حیات ملک العلماء

ازقلم: شہزادۂ ملک العلماء ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو صاحب، سابق صدر شعبۂ عربی مسلم علی گڑھ یونیورسٹی علی گڑھ

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد کا یہ مقالہ کوئی نیا نہیں ہے۔ وہی ہے، جو انہوں نے ۱۹۹۲ء میں لکھا تھا اور 'صحیح البہاری' جو حیدر آباد سندھ سے چھپ رہی تھی، اس پر بطور مقدمہ تحریر کیا تھا۔ اولاً تو یہ مقالہ کتاب مذکور کے ساتھ ہی شائع ہوا تھا۔ مگر اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر لاہور، پھر ممبئی سے کتابی شکل میں چھاپا گیا۔ یہ مقالہ مختصر ضرور ہے، مگر جامعیت میں اپنی نظیر آپ ہے اور بہت حد تک حضرت ملک العلماء کا جامع کامل تعارف ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے شکریہ کے ساتھ ہم یہاں شریک اشاعت کر رہے ہیں۔ گویا یہ اس مقالہ کی چوتھی اشاعت ہے۔ غلام جابر شمس مصباحی

حیات:

ملک العلماء فاضل بہار حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی ہندوستان کے ان عالموں اور مصنفوں میں تھے جن کی علمی شہرت دور دور تک پھیلی اور جن کی تصانیف سے ہندوستان اور پاکستان کے رہنے والے بڑی تعداد میں مستفید ہوئے۔ وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاد، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشیں باتیں کرنے والے موثر واعظ، اپنے منطقی وعلمی استدلال سے فریق کو لاجواب کر دینے والے مناظر، اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات وتصنیفات کا دائرہ وسیع تھا اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل۔ اگر وہ کم عمری میں ذہین، طباع اور سخت جدوجہد کرنے والے طالب علم تھے تو اپنے عہد شباب وکہولت بلکہ کبرسنی میں بھی جفاکش استاد اور سرگرم عمل مصنف رہے۔ وہ عالم باعمل تھے، شریعت کے سخت پابند طریقت کی راہ کے مجاہد، اور حب رسول میں سرشار۔ ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کر رکھے تھے کہ گوناگوں مشغولیات کے باوجود ان کا خاصا وقت وظائف واوراد اور یاد الٰہی کے لئے مخصوص تھا۔

ان کے اساتذہ میں اگر ایک طرف حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوری رحمہما اللہ تعالیٰ تھے تو دوسری طرف لطف اللہ علیگڑھی اور حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی کے تلامذۂ خاص، مولانا سید بشیر احمد علیگڑھی اور مولانا حامد حسن رامپوری کے اسمائے گرامی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن جس ذات گرامی سے انہوں نے سب سے زیادہ علمی فیض حاصل کئے وہ اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جن کی صحبت بابرکت میں وہ برسہا برس رہے اور جن سے یہ عزیزوں کی طرح ملتے رہے اور وہ خاندان کے بزرگوں کی طرح

شفقت فرماتے رہے۔ ان دونوں کے گہرے تعلقات اور قلبی روابط کا اندازہ کچھ ان مکاتیب و مفاوضات سے ہو سکتا ہے جو شفیق استاد نے اپنے لائق شاگرد کو لکھے ہیں اور جن میں وہ انہیں کبھی ولدی الاعز (میرے عزیز ترین بیٹے) لکھ کر مخاطب کرتے ہیں، کبھی انہیں "حبیبی وولدی وقرۃ عینی" کبھی "ولدی وقرۃ عینی" "ہمارا وردینی ویقینی" کبھی "ولدی اعزک اللہ فی الدنیا والدین" لکھتے ہیں تو بعض خطوں میں "ولدی الاعز حامی السنۃ ماحی الفتن"۔ ایک خط میں "جان پدر بلکہ از جان بہتر" لکھ کر خطاب فرماتے ہیں۔

فاضل بریلوی کے دل میں اپنے شاگرد کی کیا قدر و عزت اور کیسی محبت تھی، اس کا اندازہ ان کے اس مکتوب سے ہوتا ہے، جو انہوں نے ان کے بارے میں خلیفہ تاج الدین احمد ناظم انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو اپنی رحلت سے بارہ سال پہلے ۸ شعبان المکرم ۱۳۲۸ھ کو تحریر کیا ہے:۔

"..... مکرمی مولانا مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری سلمہٗ فقیر کے یہاں کے اعز طلباء سے ہیں۔ اور میرے بجان عزیز۔ ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اور اب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اور اس کے علاوہ کار افتاء میں میرے معین ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جتنی درخواستیں آئی ہوں، سب سے یہ زائد ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ: (۱) سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ، ہادی مہدی ہیں، (۲) عام درسیات میں بفضلہ تعالیٰ عاجز نہیں (۳) مفتی ہیں (۴) مصنف ہیں (۵) واعظ ہیں (۶) مناظرہ بعونہ تعالیٰ کر سکتے ہیں (۷) علمائے زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں۔

امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کو فرض کفایہ لکھا ہے اور اب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا ہے۔ فقیر نے بتوفیق قدیر اس کا احیا کی اور سات صاحب بنانا چاہے، جن میں بعض نے انتقال کیا، اکثر اوس کی صعوبت سے چھوڑ کر بیٹھے۔ انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اور اب میرے یہاں کے اوقات طلوع و غروب و نصف النہار ہر روز و تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں۔ فقیر، آپ کے مدرسے کو اپنے نفس پر ایثار کر کے انہیں آپ کے لئے پیش کرتا ہے"۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

ایک بار یہ عزیز شاگرد و مسترشد جب بعض خاندانی علائق اور دنیوی مصائب میں گرفتار تھے، اپنے استاد اور پیر و مرشد سے اپنی پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں تو وہ ان الفاظ میں تسلی دیتے ہیں:۔

"..... آپ کا خط دربارۂ پریشانی دنیا آیا تھا۔ اوس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا، کہ آیات و احادیث دربارۂ ذم دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں، مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں، فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو حیدرآباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا، کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنۃ ہے، اون کے پاس علم نہیں، یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے؟ کس پر نعمت حق بیشتر ہے، بشرط ایمان وعدۂ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق رہے۔ دنیا سجن مومن ہے، سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے، کیا کم فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے، اپنے طالب سے بھاگتی اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے"۔
(مکاتیب ملک العلماء قلمی)

شفیق استاد و مرشد اسی پر بس نہیں کرتا، وہ کچھ رقم بھی اخراجات کے لئے بھیجتے ہوئے لکھتا ہے:۔

''مولیٰ عزوجل پر توکل کر کے قبول کر لیجئے''۔ (دس دس روپے کے یہ نوٹ فاضل بریلوی کے وصال کے بیسوں سال بعد میں نے والد مرحوم کے قلمدان میں ایک لفافہ میں حفاظت سے رکھے ہوئے دیکھے تھے۔ انہوں نے انہیں اپنے استاد کی محبت و شفقت کی یادگار سمجھ کر بطور تبرک محفوظ رکھ چھوڑا تھا۔) وہ کریم اکرم الاکرمین برکات وافرہ عطا فرمائے، اور اور آپ کو دین سے اور دین کو آپ سے نصر موزر پہنچائے۔ آمین آمین بجاہ الکریم المعین علیہ وعلی الہ و اصحابہ الصلاۃ والتسلیم۔

یہ تو نثر ہوئی اب نظم دیکھئے۔ فاضل بریلوی کا رسالہ الاستمداد (۱۳۳۷ھ) تین سو ساٹھ اردو اشعار کا قصیدہ ہے جس میں ۱۳۲ قافیے تو اصلاً مکرر نہیں، باقی میں یہ التزام ہے کہ کوئی قافیہ نو شعر سے پہلے مکرر نہ ہو۔ اس میں عنوان ''ذکر اصحاب و دعائے احباب'' کے تحت ۱۲ شعر درج ہیں جن میں اپنے مخصوص خلفاء و تلامذہ کا ذکر ہے۔ چند شعر یہ ہیں:

تیرے رضا پر تیری رضا ہو — اس سے غضب تھراتے یہ ہیں
بلکہ رضا کے شاگردوں کا — نام لئے گھبراتے یہ ہیں
حامد منی انا من حامد — حمد سے ہمد کماتے یہ ہیں
عبد سلام سلامت جس سے — تحت آفات میں آتے یہ ہیں
میرے ظفر کو اپنی ظفر دے — اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، مولانا ''عبد السلام''عبد السلام جبل پوری کے بعد ملک العلماء فاضل بہار کا ذکر انہوں نے فرمایا ہے۔ ان تین ناموں کے بعد علی الترتیب صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، سید العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی اور پھر مولانا احمد اشرف، مولانا دیدار علی شاہ، مولانا احمد مختار، مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی، مولانا عبد الاحد پیلی بھیتی، مولانا رحیم بخش، مولانا حاجی لعل خاں، مولانا مصطفیٰ رضا خاں، مولانا برہان الحق عبد الباقی جبل پوری، مولانا شفیع احمد بیسلپوری، مولانا حسنین رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اور آخر میں ان سبھوں کے لئے **دعائے خیر**:

ان پہ کرم رکھ سر پہ قدم رکھ — تیرے ہی کہلاتے یہ ہیں
تیرے گدا ہیں تجھ پہ فدا ہیں — تیرا ہی کھاتے گاتے یہ ہیں

مولانا ظفر الدین قادری کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم بن سید ابوبکر غزنوی ملقب بمدار الملک و مخاطب بملک بیا ہیں۔ (کہا جاتا ہے کہ سید ابراہیم کو ''ملک بیا'' (جو عوام میں ''ملک بیّو'' ہو گیا ہے) کا خطاب بادشاہ وقت کا دیا ہوا ہے۔ اس خانوادے کے لوگ اسی زمانے سے اپنے کو سید کے بجائے ملک کہلانا پسند کرتے ہیں۔ ملکوں میں کچھ لوگ ''ابراہیمی'' لکھتے ہیں۔ والد نے ایک خط مجھے لکھا تھا: حضرت سید ملک بیا غازی کے والد ماجد غزنوی تھے اور حضرت سید ابراہیم بھی غزنی ہی سے تشریف لائے تھے، اس لئے اگر ملک حضرات ''ابراہیمی'' لکھنے کے عوض ''غزنوی'' لکھیں تو مضائقہ ہے)۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی) ان کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ سید ابوبکر غزنی کے رہنے والے تھے، وہ غزنی کے تین فرسنگ کے فاصلے پر بمقام بت تکر مدفون ہیں۔ سید ابراہیم، غزنی سے سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲ھ-۷۹۰ھ) میں ہندوستان پہنچے اور یہاں آکر شاہی فوج میں ملازم ہو گئے۔ وہ عمر بھر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے۔ اور بالآخر ۱۳ ذی الحجہ ۷۵۳ھ کو قلعۂ رہتاس (شاہ آباد، بہار) کی جنگ میں شہید ہوئے۔ قصبۂ بہار شریف (جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۸۲ھ آسودہ ہیں) کی ایک بلند پہاڑی پر سید صاحب کا مقبرہ

ہے۔ جس پر قدیم عالیشان گنبد تعمیر ہے۔ یہ جگہ اب بھی زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مقبرے کی دیواروں پر فارسی کے دو قدیم تاریخی قطعات منقوش ہیں۔ سید ابراہیم کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے:۔ سید ابوبکر غزنوی بن سید ابوالقاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابوالمنصور عبد السلام بن سید عبد الوہاب بن شیخ محی الدین عبد القادر حسنی و حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

مولانا کا خاندان عرصے سے مانند داور راجگیر کے قریب رسول پور، میجرا میں آباد ہو گیا تھا۔ ان کے والد ملک عبد الرزاق، دادا ملک کرامت حسین، پر دادا ملک احمد علی اور چھڑ دادا ملک غلام قادر سب وہیں کے قبرستان میں آسودہ ہیں۔ ملک غلام قادر کی بلند پختہ قبر ابھی حال تک موجود تھی، افسوس اس کا کتبہ باقی نہیں رہا، جس سے تاریخ وفات معلوم ہوتی۔ آباؤ اجداد کی وسیع اور شاندار حویلی کی بنیادیں اور کچھ آثار ۱۹۴۷ء تک محفوظ تھے۔ ملک عبد الرزاق کے اولاد ذرینہ میں صرف محمد ظفر الدین تھے، جو بعد کو ملک العلماء، فاضل بہار مولانا ظفر الدین قادری رضوی کے نام سے مشہور ہوئے۔

محمد ظفر الدین، رسول پور میجرا ضلع پٹنہ (اب ضلع مانندہ) صوبۂ بہار میں ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۸۸۰ء کو صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ (ان کی کتاب یادداشت میں ایک جگہ ان کے قلم سے تاریخ ولادت ۱۴ محرم الحرام مطابق ۲۳ اکتوبر لکھا ہوا ملتا ہے، جو مشہور تاریخ ولادت سے ۴ دنوں کا فرق ظاہر کرتا ہے)۔ خاندان کے بعض لوگوں نے عبد الحلیم نام تجویز کیا، والد ماجد نے جو بچوں کے نام رکھنے کا ذوق اور فن تاریخ گوئی میں اچھی لیاقت رکھتے تھے، باعتبار سنہ فصلی کہ نواح عظیم آباد پٹنہ میں زیادہ تر وہی رائج تھا، تاریخی نام غلام حیدر اور مختار احمد تجویز کئے۔ دوسرے اعزا کی خواہش تھی، کہ ہمارے رکھے ہوئے نام سے پکارے جائیں، آخر اذا تعارضا تساقطا پر عمل ہو کر ظفیر الدین نام پر اتفاق رائے ہوا اور وہ عرصے تک اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔ جب وہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز کے شاگرد ہوئے، تو انہوں نے ظفیر الدین پر ظفر الدین کو ترجیح دی۔ رسالۂ اقلیدس کا خطی نسخہ کتب خانۂ خاص میں محفوظ ہے۔ جو شعبان ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخر میں ''عبد الفقیر محمد ظفر الدین'' لکھا ہوا ملتا ہے۔ ۱۳۲۳ھ کی ان کے قلم کی ایک تحریر میں ''ظفر الدین احمد'' درج ہے۔ بعد کو وہ ''محمد ظفر الدین'' لکھتے رہے اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی کنیت ابو البرکات ہے۔ جیسا کہ متعدد استفتاء کے جوابات اور ان کی مملوکہ کتابوں میں ثبت کی ہوئی مہر سے معلوم ہوتا ہے۔ بریلی کے قیام کے دوران کی تحریروں میں کہیں کہیں عبد المصطفیٰ کا اضافہ بھی نظر آتا ہے۔

مولانا کے والد ماجد ملک عبد الرزاق اشرفی اپنے گاؤں میں پابندی صوم و صلوٰۃ اور ریاضت و مجاہدے میں مشغول رہنے کے سبب بہت قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ وہ حضرت شاہ چاند بھلوی کے مریدین و معتقدین میں تھے۔ وہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔ (مکتوب ملک العلماء مورخہ ۲ رجون ۱۹۴۵ء بنام سید شاہ ارشاد حسین سجادہ نشیں خانقاہ سجادیہ سیتھل گرڈھ ضلع بریلی۔)

''حضرت شاہ غلام رسول، حضرت سلطان اشرف جہانگیر کے اولاد میں تھے، ان کے صاحب سجادہ شاہ چاند صاحب تھے، جو میرے والدین رحمہما اللہ کے پیر و مرشد تھے''۔ (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

وہ فارسی کے دبیر تھے، ان کا عربی خط بھی بہت اچھا تھا، ان کی اور ان بزرگوں کی کچھ تحریریں، خاندان میں اب بھی محفوظ ہیں ملک صاحب نے کبھی ملازمت نہیں کی۔ وہ اپنی باقی ماندہ مختصری جاگیر پر، جو شاہی عہد میں ان کے بزرگوں کو ملی تھی، قانع رہے اور

کاشت کی زمینوں پر گزر اوقات کرتے رہے۔ قرائن ہیں کہ ان کی وفات ۱۳۱۲ھ کے کچھ بعد ہوئی ہوگی۔

والدہ ماجدہ شیخ مبارک حسین (جو موضع بین ضلع پٹنہ کے زمینداروں میں تھے) کی چھوٹی صاحبزادی تھیں جو حضرت شیخ چاند صاحب سے طریقۂ قادریہ میں شرف بیعت رکھتی تھیں۔ وہ ہر سال گیارہویں شریف کا بڑا اہتمام کرتی تھیں۔ وہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر عازم جنت الفردوس ہوئیں۔

چار سال کی عمر میں ۱۳۰۷ھ میں ان کے والد ماجد نے ان کی تعلیم شروع کرادی۔ رسم بسم اللہ حضرت شاہ چاند صاحب کے مبارک ہاتھوں انجام پائی۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد نے دی، پھر قرآن مجید اور اردو فارسی کی کتابیں اپنے گھر پر حافظ مخدوم اشرف، مولوی کبیر الدین اور مولوی عبد اللطیف سے پڑھیں۔ ۱۳۱۲ھ میں بتقریب نکاح خواہر ماموں زاد موضع بین جانے کا اتفاق ہوا۔ بعد انجام تقریب مولوی شیخ بدر الدین اشرف، مولوی محی الدین اشرف صاحبزادگان "رئیس دیندار والا تبار عالی جناب شیخ رمضان علی مرحوم" نے روک لیا اور فرمایا کہ اب تمہاری تعلیم یہیں ہوگی۔ وہاں کئی سال رہ کر مدرسۂ غوثیہ حنفیہ میں تفسیر جلالین، میر زاہد وغیرہ تک کا درس انہوں نے لیا۔ ان کے وہاں کے اساتذہ میں مولوی شیخ محی الدین اشرف، (والد صاحب ان کی محنت وشفقت کے بڑے معترف تھے۔ انہوں نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے: "میں ان کے احسانات میں از سرتا پا غرق ہوں") مولوی شیخ بدر الدین اشرف کے علاوہ حضرات ذیل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:۔ مولوی مہدی حسن مجہروی، جناب حافظ محمد اسمٰعیل بہاری، جناب مولانا فخر الدین حیدر، مولوی محمد منعم، منشی اکرام الحق، مولوی معین اظہر رئیس بین۔ اساتذہ، ان کی ذہانت وشوق علمی کی وجہ سے ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا، کہ سبق یاد نہ کرنے کی وجہ سے اساتذہ ان سے ناخوش ہوئے ہوں۔

مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں عربی کی کتابیں زیادہ تر مولوی محمد ابراہیم سے پڑھیں جو موضع اعظم گڑھ کے معزز روشن خیال اور عالم باعمل تھے۔ وہ اشرف علی تھانوی کے شاگرد رشید، جامع العلوم کانپور کے فارغ التحصیل، بہت سخت حنفی اور پکے سنی تھے۔ یہ مدرسۂ غوثیہ کے مدرس بھی تھے اور فاضل اوقات میں مطب بھی کرتے تھے۔ وہ فن طب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کا علاج انہوں نے خاص توجہ سے کیا ہو اور رب العزت نے اسے شفا نہ بخشی ہو۔

مولانا کے اس زمانہ کے رفقاء میں منشی اکرام الحق کے صاحبزادے مولوی شرف الحق بھی تھے، شرح وقایہ، مختصر المعانی، ملا حسن تک دونوں ساتھ رہے۔ ان کا انتقال صفر المظفر ۱۳۱۸ھ میں بعارضۂ طاعون ہوا۔ دوسرے ہم جماعت طلباء میں حکیم ابو الحسن (میں نے حکیم صاحب کو دیکھا، پٹنہ کے قیام کے زمانے میں اکثر تشریف لاتے تھے۔ بڑے وجیہ اور خوبصورت آدمی تھے کچھ عرصہ مولوی عبد الحمید کلھوی کیٹلاگر کتب خانہ خدا بخش کے ساتھ کتب خانے سے متعلق بھی رہے تھے۔ پھر یتیم خانہ انجمن اسلام پٹنہ سٹی کے ناظم مقرر ہوگئے تھے۔ ہاتھ میں تسبیح لئے کچھ پڑھتے رہتے تھے اور باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ گفتگو میں ظرافت کا عنصر خاصہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے حالات کی ناسازگاری کے باوجود وہ ہمیشہ شگفتہ مزاج رہے۔ ایک دن کہنے لگے میں ہزار کشائش رزق کے لئے دعائیں پڑھوں، لیکن مقدر میں وہی پچیس روپے ماہانہ لکھے ہیں۔ کتب خانہ خدا بخش سے پچیس روپے ملتے تھے، کسی نے کہا مطب کرلو، مطب کیا، آمدنی وہی پچیس رہی، اب یتیم خانے کا نگراں ہوگیا ہوں۔ میں نے پوچھا اور تنخواہ؟ ہنس کر بولے وہی

پچیس روپئے۔ تقسیم ہند کے بعد انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ان کے نام متعدد خطوط مکاتیب کے مجموعے میں محفوظ ہیں) خلف سید شاہ مظفر حسین، مولوی عبدالقدوس، مولانا حکیم وصی احمد، مولوی حکیم محمد رضا خاں، (والد مرحوم کے عزیزوں میں بھی تھے دبلے پتلے دھان پان خوبصورت آدمی تھے اپنے گاؤں "تیمن" کے زمینداروں میں تھے مقدمات اور دوسری ضرورتوں سے پٹنہ آتے تو "مظفر منزل" ضرور تشریف لاتے) مولوی عبدالماجد (برادر ماموں زاد) مولوی محمد سعید، مولوی محمود عالم کھوی قابل ذکر ہیں۔

اس زمانے میں عظیم آباد (پٹنہ) علم و فن کا مرکز تھا، جہاں متعدد دینی مدارس قائم تھے، جن میں مدرسۂ حنفیہ واقع بخشی محلہ پٹنہ سٹی ممتاز حیثیت رکھتا تھا، اس مدرسے کے بانی فارسی و اردو کے مشہور محقق قاضی عبدالودود بی اے کینٹب، بار ایٹ لا (۱۸۹۶ـ۱۹۸۴) کے والد گرامی، قاضی عبدالوحید صدیقی فردوسی (۱۲۸۹ـ۱۳۲۶ھ) تھے جو وہاں کے ایک وجدار رئیس اور فاضل بریلوی کے معتقدین میں تھے۔ انہوں نے ۱۳۱۸ھ میں یہ دینی درسگاہ قائم کی اور ایک بڑی جائیداد اس کے اخراجات کے لئے وقف کردی۔ انہوں نے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کیں اور کچھ ہی عرصے کے بعد اس کی شہرت بہار کے قصبات و مواضع ہی تک نہیں دوسرے صوبوں تک پھیل گئی۔ (یہیں سے قاضی عبدالوحید صاحب ایک مذہبی رسالہ تحفۂ حنفیہ شائع کرتے تھے یہ ۱۳۲۵ھ سے نکلنا شروع ہوا، دوران کی وفات ۱۳۲۶ھ کے کچھ دنوں کے بعد جب مدرسہ حنفیہ کا انتظام و انصرام کرنے والا کوئی موزوں شخص نہ رہا تو مدرسے کے ساتھ اس رسالے کی اشاعت بھی بند ہوگئی، مولانا قاری ابوالمساکین ضیاء الدین قادری جو اس کے ایڈیٹر تھے وفات اواخر دسمبر ۲۴ء یا اوائل جنوری ۲۵ء میں ہوئی۔ مکاتیب ملک العلماء، چیلی بھیت سے واپس چلے گئے۔ فاضل بہاری کے کتب خانے میں، جیسا کہ اس کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس کی دس جلدیں (۱۳۱۵ـ۱۳۲۳) تھیں۔ کچھ مجلدات قاضی عبدالودود مرحوم کے ذخیرۂ کتب میں تھے۔ جو ان کے ادارۂ تحقیقات اردو میں رہے اور اب کتب خانہ خدا بخش میں محفوظ ہیں۔ خواجہ رضی حیدر صاحب کی اطلاع کے مطابق تحفۂ حنفیہ کے مکمل سیٹ کی عکسی نقل قائد اعظم اکادمی، کراچی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔)

اس مدرسے کے ایک استاد حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) کی علمی شہرت سن کر مولانا ۲۵ رجمادی الاخریٰ ۱۳۲۰ھ کو مدرسہ حنفیہ تیمن سے مدرسہ حنفیہ پٹنہ آگئے۔ جہاں انہوں نے مسند امام اعظم، مشکوٰۃ شریف اور ملا جلال پڑھی۔ کچھ ہی دنوں کے بعد محدث صاحب بوجہ علالت اوائل شعبان میں مدرسۂ حنفیہ سے کنارہ کش ہو کر اپنے وطن پیلی بھیت تشریف لے گئے۔ ماہ شوال ۱۳۲۰ھ کو مولانا ظفر الدین، اپنے ہم سبق حکیم ابوالحسن کے ساتھ دارالعلوم کانپور پہنچے۔ ان کی بعض تحریرات سے جو خاندان میں محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے، کہ کتابوں اور سامان کے ساتھ سفر کا کچھ حصہ انہوں نے پیدل چل کر طے کیا، پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ لیکن طلب و شوق میں راہ علم کا مسافر آگے بڑھتا رہا۔ انہوں نے مدرسہ امداد العلوم بانس منڈی کانپور میں مولانا قاضی عبدالرزاق (متوفی ۱۹۲۶ء) جو حضرت حاجی امداد اللہ مکی کے مرید اور مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے، کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہو کر درس لینا شروع کیا۔ مدرسہ امداد العلوم کے علاوہ بعض اسباق مدرسہ احسن المدارس اور بعض دارالعلوم میں پڑھتے رہے۔ گویا کانپور کے تینوں مدارس کے اساتذہ سے انہوں نے علمی فیوض حاصل کئے۔ وہاں کے مشہور استاذ مولانا احمد حسن

کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳ر صفر ۱۳۲۲ھ) (ان کی بعض تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۳۲۱ھ میں بریلی پہنچ گئے تھے۔ ان کے قلم کی لکھی ہوئی دو کتابیں تعلیقات احمد حسن (مولانا احمد حسن کانپوری کے تعلیقات (شرح مسلم پر) مکتوبہ شنبہ ۶ رشوال اور شرح حمد اللہ معروف بہ تعلیقات اسعد اللہ دونوں کتابیں انہوں نے اپنے قلم سے بانس بریلی میں ۱۳۲۱ھ میں لکھی ہیں۔ مؤ خر الذکر مخطوطے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ وہ اس زمانے میں شہری مسجد بریلی میں مقیم تھے۔) سے منطق کی کتابیں پڑھیں اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی کانپوری (تاریخ وفات ۶ ر جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ) سے ہدایہ آخرین ختم کی۔ کانپور سے وہ پیلی بھیت آئے، جہاں محدث سورتی پٹنہ سے واپس آکر اپنے قائم کردہ مدرسہ دار الحدیث میں درس دینے لگے تھے، وہاں ان سے انہوں نے حدیث کا درس لیا۔

یہاں سے وہ اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ۱۳۲۱ھ میں بانس بریلی پہنچے۔ مدرسہ مصباح التہذیب کا نام انہوں نے کانپور میں سن رکھا تھا وہاں گئے اور مولوی غلام یٰسین صاحب کے درس میں شریک ہوئے جو مدرسہ دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے۔

آخر خوب سے خوب تر کی تلاش انہیں اعلیٰحضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی (۱۲۷۲۔۱۳۴۰ھ) تک لے گئی جن کے علم اور قلم کی طاقت کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ پہلے ہی ملاقات میں ان سے ملکر بہت متاثر ہوئے۔ وہ ان سے فیض اٹھانا چاہتے تھے اور ان کے علم سے متمتع ہونا چاہتے تھے اور درسیات کی تکمیل بھی، لیکن فاضل بریلوی ہمہ وقت مطالعہ اور تالیف وتصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے یہاں نہ درس وتدریس کا کوئی سلسلہ تھا اور نہ اس وقت کوئی مدرسہ قائم تھا۔ مولانا ظفر الدین، اعلیٰحضرت کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی (۱۲۷۶۔۱۳۲۶ھ)، بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں (۱۲۹۲۔۱۳۶۲ھ) مولانا حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی اور دوسرے اصحاب سے ملے اور ان لوگوں کے مشورے اور مساعی سے ایک مدرسہ قائم کرنے کے لئے راہ ہموار ہوئی وہ فرماتے تھے، کہ مدرسے کے قیام میں حضرت مولانا حسن رضا خاں اور مولانا سید محمد امیر اللہ کی مساعی کو بہت دخل ہے اور یہ مدرسہ انہیں کی کوششوں سے قائم ہوا۔ یوں ۱۹۰۴/۱۳۲۲ھ میں مدرسہ "منظر اسلام" محلہ سوداگران بریلی میں قائم ہوا۔ یہ تاریخی نام ہے، اس سے ۱۳۲۲ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ مولانا حسن رضا خاں اس کے پہلے ناظم مقرر ہوئے۔ مولانا ظفر الدین کے ایک دوست اور ہم وطن مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی (مولانا عبد الرشید موضع کوپا کے رہنے والے تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے جونیر سیکشن میں استاذ مقرر ہوئے۔ صرف ونحو کی بعض کتابیں راقم الحروف نے ان سے پڑھی ہیں۔ ان کے چھوٹے صاحبزادے مولانا حکیم سید شاہ عزیز احمد، خانقاہ ابو العلائی عظیم آباد کے سجادہ نشیں ہیں) آگئے تھے۔ انہیں صرف دو طالب علموں سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ انہوں بہار خطوط لکھ کر مدرسے کے قیام کی اطلاع دی اور دوستوں کو بریلی بلایا۔ ان کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ تک بہار کے مختلف مقامات سے غلام مصطفیٰ محمد ابراہیم اوگانوی، سید شاہ غلام محمد بہاری، سید عبد الرحمٰن بتھوی، مولوی محمد اسمٰعیل بہاری محمد نذیر الحق رمضانپوری (اوگانواں، رمضانپور، بہار شریف سب ڈویژن کے مشہور قصبات ہیں۔ پاس ہی استھانواں، دیسنہ گیلانی، شکرانوا کے مردم خیز قصبات واقع ہیں، جہاں متعدد علماء پیدا ہوئے اور جنہوں نے بڑی شہرت حاصل کی بتھو شریف ضلع گیا میں واقع ہے۔ یہ حضرات اگر بریلی شریف سے فارغ التحصیل ہوکر

بہار واپس آئے تو بچپن میں بھی نہ کبھی ان کا ذکر سنا اور نہ کبھی دیکھا اور کچھ دوسرے طلباء بہار سے آکر مدرسہ منظر اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

مولانا نے فاضل بریلوی سے صحیح بخاری شریف پڑھنی اور فتویٰ نویسی سیکھنی شروع کی۔ انہوں نے فاضل بریلوی کے کچھ فتاویٰ جنہیں ظاہراً وہ املا کر دیتے تھے، ایک مجموعے میں جمع کرنا شروع کئے تھے۔ جس کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہیں۔ اس میں پہلا فتویٰ ۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ کا تحریر کردہ ہے۔ بعد کو جب مدرسے میں کچھ جید علماء اور مستند مدرسین کی خدمات حاصل کی گئیں، تو انہوں نے مولانا حکیم محمد امیر اللہ شاہ بریلوی، مولانا حامد حسن رامپوری تلمیذ خاص مولانا شاہ ارشاد حسین فاروقی رامپوری (۱۳۲۸ـ۱۳۱۱ھ) مولانا سید بشیر احمد علیگڑھی تلمیذ رشید استاذ الاساتذہ حضرت مولانا لطف اللہ علیگڑھی (۱۳۳۴ـ۱۲۴۴ھ) سے مسلم الثبوت، صحیح مسلم شریف اور دوسری کتب درسیات کی تکمیل کی۔ فاضل بریلوی سے انہوں نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے، تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی تمام کرکے علم ہیئت، ریاضی، توقیت، جفر و تکسیر وغیرہ فنون حاصل کئے۔ تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا۔ بخاری شریف کے اسباق میں طلباء کے علاوہ علماء کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

کتب خانے کی ایک مجموعہ تحریرات میں ان کے قلم سے ان کتابوں کے نام لکھے ہوئے ملے ہیں جن کا مختلف سنین میں مختلف اساتذہ سے انہوں نے درس لیا:

۱۳۲۲ھ عروض، المفتاح، مقامات (حریری) میر زاہد رسالہ، ملا جلال، بخاری شریف، نسائی شریف، جبر و مقابلہ، مساحت، اقلیدس۔

۱۳۲۳ھ دیوان متنبی، مطول، حمد اللہ، قاضی مبارک، تفسیر مدارک، تاریخ یمینی، تصریح، شرح چغمینی، سبع شداد، مسلم الثبوت۔

۱۳۲۴ھ سبع معلقہ، مقامات (بدیع الزماں ہمدانی) صدرا، شمس بازغہ، ہدایہ آخرین، شرح عقائد نسفی مع خیالی، صحیح مسلم۔

۱۳۲۵ھ التوضیح والتلویح، بیضاوی شریف، شرح مواقف، امور عامہ، عبد الغفور، میر زاہد، ابو داؤد، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد۔ (یہ بات دلچسپ ہے کہ مؤطا امام محمد، آخر میں تکمیل کے سال انہوں نے پڑھی، لیکن کوئی وجہ ہوگی جس کی بنا پر مجھے حدیث کی کتابوں میں مؤطا امام محمد سب سے پہلے پڑھوائی اور اس کا درس خود انہوں نے دیا۔ اس وقت میری عمر صرف گیارہ سال تھی۔ خوب یاد ہے، کہ باب المسح علی الخفین پڑھتے وقت بہت الجھا تھا، کہ خفین اتار کر لوگ پاؤں کیوں نہیں دھو لیتے، یہ تین تین دن تک چمڑے کے موزے پہنے رہنے کا کیا شوق ہے) طحاوی شریف، در مختار۔

افسوس ہے، کہ اس تحریر میں اس امر کا ذکر نہیں، کہ کن اساتذہ سے انہوں نے کن کتابوں کا درس لیا۔ راقم الحروف کو ان کی تحریروں اور یادداشتوں سے صرف چند کتابوں اور ان کے اساتذہ کا علم ہو سکا ہے جن کا ذکر اجمالاً اوپر گذرا۔

ماہ شعبان ۱۳۲۵ھ کی کسی تاریخ کو علماء کے ایک بڑے مجمع میں فاضل بریلوی کی درخواست پر چشتی مشرب مشہور بزرگ شیخ العالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہٗ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہٗ سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس و افتاء مرحمت فرمائی۔ اعلیٰحضرت نے اسی سال آپ کو اپنے سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور "ملک العلماء" "فاضل بہار" کا خطاب۔

ان کی تدریسی زندگی کا آغاز بھی مدرسہ منظر اسلام بریلی ہی سے ہوا، جہاں ان کی تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ تقریباً چار سال تک وہ وہاں درس دیتے رہے اور فاضل بریلوی کی ہدایت پر فتویٰ نویسی کی

خدمات بھی انجام دیتے رہے۔اس زمانے میں جو فتاوے انہوں نے لکھے،ان میں سے کچھ کی نقلیں نافع البشر فی فتاوی ظفر میں موجود ہیں۔اس زمانے کے مدرسے کے رفقائے کار اور ان کے تلامذہ کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا، کہ چار سال کے عرصے میں خاصی تعداد میں طلباء نے شرف تلمذ حاصل کیا ہوگا۔۱۳۲۸ھ میں خلیفہ تاج الدین احمد دبیر انجمن نعمانیہ ہند لاہور کو ان کے مدرسے کے لئے ایک استاد کی ضرورت تھی۔اس سلسلے میں انہوں نے فاضل بریلوی کو لکھا،جنہوں نے ان کے مدرسے کے لئے " اپنے نفس پر ایثار کرکے" انہیں لاہور بھیجنے پر آمادگی ظاہر فرمائی۔لیکن شاید ان کے اعزہ واحباب کو ان کا اس قدر دور جانا منظور نہ ہوا اور وہ وہیں مدرسہ منظر اسلام میں درس دیتے رہے۔۱۳۲۹ھ میں معززین شملہ کے اصرار وطلب پر اعلیٰحضرت کے حکم پر عالم وخطیب کی حیثیت سے وہ شملہ گئے۔اگلے سال مولانا عبدالوہاب الہ آبادی نے اپنے قائم کردہ مدرسۂ حنفیہ کے لئے جو آرا،(ضلع شاہ آباد، بہار) میں قائم ہوا تھا، فاضل بریلوی کو لکھا کہ وہ مولانا ظفر الدین کو صدر مدرس کا عہدہ پیش کرنا چاہتے ہیں، آپ انہیں آمادہ کریں۔صرف اس خیال سے کہ نئے دینی مدارس کا قیام اور اس کی ترقی بھی ضروری ہے،انہوں نے وہاں جانے کی اجازت دیدی۔اس طرح وہ منظر اسلام بریلی سے مدرسۂ حنفیہ آرا،(ضلع شاہ آباد، بہار) تشریف لے گئے جہاں وہ کئی سال اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں عظیم آباد پٹنہ میں مسٹر سید نورالہدیٰ ڈسٹرکٹ سیشن جج نے اپنے والد ماجد سید شمس الہدیٰ کے نام پر مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ قائم کیا تو اس میں بحیثیت مدرس اول ان کا تقرر عمل میں آیا،جہاں وہ تفسیر و حدیث وفقہ کا درس دینے لگے۔ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں سید شاہ ملیح الدین احمد سجادہ نشین خانقاہ کبیریہ (شاہ کبیر الدین درویش بارہویں صدی ہجری کے بزرگ گزرے ہیں۔ان کا سال ولادت ۱۱۳۸ھ ہے) سہسرام کی فرمائش پر وہ صدر مدرس ہو کر سہسرام (ضلع شاہ آباد، بہار) چلے گئے جہاں وہ پانچ چھ سال تک مقیم رہے۔وہاں ان کے رفقائے مدرسہ میں مولانا سید ابوالحسن خوشدل سہسرامی (۱۸۶۱ء۔۱۹۳۵ء) مولانا رحم الٰہی مظفر نگری (متوفی ۱۳۶۳ھ) مولوی سید غیاث الدین چشتی ابوالعلائی نظامی رشیدی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔مولانا سید محمد موسیٰ رضا کاکوی بھی اس زمانے میں وہاں درس دے رہے تھے،وہ وہاں مدرس سوم تھے۔ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۱ء میں جب مسٹر سید نورالہدیٰ مرحوم ومغفور نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کو حکومت بہار کے انتظام میں دیدیا اور حکومت نے اس مدرسے کا نظم اپنے ہاتھ میں لیکر اس کی تنظیم جدید کی اور نئے تقررات کئے تو مولانا ظفر الدین قادری وہاں سینئر مدرس ہو کر آ گئے۔۱۹۳۸ء میں وہ پرنسپل کے عہدے پر سرفراز ہوئے اور ۱۹۵۰ء میں تقریباً تیس سال علمی خدمات انجام دے کر انہوں نے سبکدوشی حاصل کی۔ان کے رفقاء میں مولانا محمد سہول عثمانی بھاگلپوری، مولانا محمد اصغر حسین بہاری، مولانا سید دیانت حسین دربھنگوی، مولانا عبد الشکور مظفر پوری، مولانا سید شاہ عبیداللہ قادری اجیری (۱۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۵۸ھ) ، مولانا سید عبدالسبحان دسنوی بھی تھے۔مولوی حاجی معین الدین ندوی (متوفی ۳ر مئی ۱۹۲۱ء) آخر زمانے کے رفقاء میں تھے۔ابتداء میں کچھ عرصے کے لئے فخر زمن علامہ احمد حسن کانپوری کے خلف ارشد مولانا مشتاق احمد کانپوری (متوفی ۱۳۰۴ھ) مولانا مقبول احمد خاں دربھنگوی، اور مولانا شاہ محمد الیاس مونگیری بھی مدرسۂ شمس الہدیٰ سے منسلک رہے۔پھر مولانا مشتاق احمد صدر مدرس ہو کر مدرسۂ عالیہ کلکتہ مولانا مقبول احمد خاں ناظم ہو کر مدرسۂ حمیدیہ دربھنگہ (بہار) چلے گئے۔اور

آخر الذکر بھی صحت کی خرابی کے بنا پر مدرسے سے تعلق قائم نہیں رکھ سکے۔ مدرسے کے جونیر حصے میں مولوی سید عبدالرشید صاحب قابل ذکر ہیں جو فاضل بریلوی کے شاگرد اور بریلی میں مولانا کے معاصر تھے۔

حکومت بہار کی ملازمت سے متقاعد ہونے کے بعد انہیں ذہنی سکون و اطمینان قلب بھی ملا اور فراغت کا وقت بھی۔ اب وہ اطمینان سے اپنے دینی و علمی مشاغل میں مصروف ہو گئے، کچھ تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ سید شاہ احسن الہدیٰ جو بعد کو اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ قمر الہدیٰ کی رحلت (۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) کے بعد خانقاہ شاکریہ پٹنہ شریف ضلع مونگیر کے سجادہ نشین ہوئے، عرصے تک پہلے ہی ظفر منزل میں رہ کر آپ سے علوم شرعیہ کا درس لیتے رہے تھے، سید شاہ فرید الحق عمادی اور سید شاہ عاشق حسین فاضل شمسی (متولد ۲۸ ر جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ)، مولانا کے آخری زمانے کے ان شاگردوں میں ہیں جو ظفر منزل آکر ان سے درس لیا کرتے تھے۔ اول الذکر بعد کو حضرت سید شاہ صبیح الحق عمادی کی رحلت کے بعد خانقاہ عمادیہ منگل تالاب پٹنہ سٹی کے سجادہ نشین ہوئے، اور آخر الذکر اپنے بھائی سید شاہ حامد حسین کی وفات (۱۱ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ) کے بعد درگاہ شاہ ارزاں کے۔ الحمد للہ کہ یہ تینوں شاگرد وہ فارغ التحصیل ہیں اور اب تین خانقاہوں میں اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں، اور لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں۔

شاہ شاہد حسین عرف درگاہی میاں خلف سید شاہ حمید الدین، (ملک العلماء اپنے ایک خط مورخہ ۲ ر شوال ۱۳۶۲ھ میں استاذ العلماء مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کو تحریر فرماتے ہیں: "جناب کا کرامت نامہ آیا۔ ۲۳ ر رمضان المبارک شب کے ایک بجے محب سنت وعلمائے سنت مخلصی جناب سید شاہ حمید الدین صاحب سجادہ نشین تکیہ شریف متن گھاٹ پٹنہ جن کے یہاں جلسۂ رجبی شریف میں دو مرتبہ جناب تشریف لائے تھے۔ ان کا انتقال پر ملال ہوا۔ اس حادثے نے میری کمر توڑ دی۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کی شاخ صوبائی کانفرنس کی کامیابی کا اعتماد انہی کے بازوئے ہمت پر تھا۔ یہاں مشائخ وعلماء ہیں لیکن ایسا شیر دل باہمت کوئی نہیں رہا۔" (مکاتیب ملک العلماء)) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق (۱۲۰۳ھ) کی استدعا پر ۲۱ ر شوال ۱۳۷۱ھ کو کٹیہار ضلع پورنیہ (بہار) میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا انہوں نے افتتاح فرمایا اور صدر مدرس کے عہدے کو رونق بخشی۔ صرف اس بنا پر کہ اس علاقے میں مسلمانوں کی خاصی آبادی کے باوجود کوئی قابل ذکر دینی مدرسہ نہ تھا۔ انہوں نے مدرسے کے لئے اچھے اساتذہ کا انتخاب کیا جن میں مولانا احسان علی مظفر پوری، سابق استاد مدرسۂ منظر اسلام بریلی، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد مشتاق، مولانا شہاب الدین، مولانا محمد سلیمان رضوی کے نام یاد آتے ہیں۔ مولانا شاہ عبد المنان قادری چشتی فردوسی سابق مدرس مدرسۂ عربیہ محمدی جان پٹنہ سٹی نے بھی کچھ عرصہ اس مدرسے میں تدریسی فرائض انجام دئے۔

کبرسنی اور دوسری انتظامی ذمہ داریوں کے باوجود ملک العلماء روزانہ چھ گھنٹے پڑھاتے تھے۔ مدرسے کا نظام الاوقات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ذمے تفسیر مدارک، بیضاوی شریف، بخاری، مسلم، ہدایہ آخرین اور مناظرۂ رشیدیہ کی تدریس رکھی تھی۔ مدرسے کے نظامت و تدریس کے ساتھ فتویٰ نویسی، تالیف و تصنیف اور مواعظ حسنہ کا سلسلہ بھی انہوں نے جاری رکھا۔ سالانہ جلسۂ دستار بندی کے موقع پر وہ نامور علماء ومقررین کو مدعو کرتے رہے۔ حضرت مولانا سید محمد کچھوچھوی، مفسر قرآن مولانا ابراہیم رضا خاں (جیلانی میاں) اور دوسرے علماء کے مواعظ حسنہ سے بھی مدرسے کے طلباء اور اساتذہ مستفید ہوتے رہے۔

جامعہ لطیفیہ کے قیام سے شمالی بہار کے مسلمانوں کو
بہت فائدہ پہنچا اور اس علاقے میں دین کو فروغ ہوا۔ سیکڑوں طلباء
وہاں سے فارغ ہو کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے، بعضوں نے
نئے مدارس بھی قائم کئے، کچھ اصحاب نے مواضع وقصبات کے ان
مدارس کو اپنی خدمات سے ترقی دی، جہاں اب تک محدود پیمانے پر
تعلیم کا انتظام تھا۔ (بہار میں اس وقت ۱۳۹۰ دینی مدارس ہیں ان
میں بیشتر کے اخراجات حکومت بہار کی سرکاری امداد سے پورے
ہوتے ہیں) اس لحاظ سے ملک العلماء کا پورنیہ میں دو سالہ قیام
بہت مفید رہا۔ جب انہوں نے دیکھا، کہ ان کا لگایا ہوا پودا مضبوط
وتوانا ہو کر شجر بار آور ہو گیا تو رمضان شریف ۱۳۶۰ھ میں جامعہ
لطیفیہ کٹیہار سے "مظفر منزل" شاہ گنج، پٹنہ آکر مقیم ہو گئے اور
یہاں انہوں نے سلسلۂ رشد وہدایت شروع کیا۔

ملک العلماء سے مختلف مدارس کے جن طلباء نے علمی
فیض حاصل کئے ان کی تعداد بتانا آسان نہیں، صرف مدرسہ
اسلامیہ شمس الہدیٰ کے متخرجین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

متحدہ ہندوستان کے مختلف مقامات سے فنون جدیدہ
وقدیمہ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات خاصی تعداد میں مولانا سے
بذریعہ خط وکتابت اپنا علمی شوق پورا کرتے رہے۔ ان میں مولانا مفتی
محمد عمیم الاحسان استاد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ، حاجی محمد ظہور نعیمی مرادآباد
(مرید سید العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی) کے استفسارات
کے جواب میں متعدد خطوط مجموعۂ مکتوبات میں محفوظ ہیں۔ جن علماء
نے پٹنہ میں قیام کر کے ان سے یہ علم سیکھے ان میں مولانا حافظ
عبدالرؤف مدرس مدرسۂ مظہر اسلام بریلی، نائب شیخ الحدیث مدرسہ
اشرفیہ مبارکپور (متوفی ۱۹۷۱ء) مولانا نظام الدین بلیاوی مدرس
مدرسہ سبحانیہ الہ آباد اور مولانا مکی بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

انہوں نے کوئی پچپن سال تک مسلسل تدریس کا سلسلہ
قائم رکھا، اور بریلی، آرا، سہسرام، پٹنہ اور کٹیہار (پورنیہ) کے مدارس
میں ہزاروں طالبان علم کو اپنے علمی فیض سے سیراب کیا۔ تدریس
کے ساتھ افتاء ومواعظ کا بھی سلسلہ جاری رہا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بچپن میں وہ آریہ سماجیوں اور
مسیحی مبلغین سے مناظرے کے لئے جلسوں میں بھی تشریف لے
جایا کرتے تھے۔ غیر مقلدین وغیرہم سے مناظرے کے لئے بھی وہ
دور دراز علاقوں سے مدعو کئے جاتے تھے۔ ایک مناظرے کے لئے
وہ ڈھاکہ بھی تشریف لے گئے تھے۔

ان کی زندگی کے آخری دو سال تالیف وتصنیف، وعظ
وہدایت اور افتاء نویسی میں بسر ہوئے۔ جس رات انہوں نے
رحلت فرمائی اس شام کو بھی انہوں نے چار خطوط لکھے۔ والدۂ
مرحومہ فرماتی تھیں کہ دو خطوط کے بارے میں تو یاد نہیں کہ کن کو لکھے
گئے تھے، تیسرا خط تمہارے نام تھا اور چوتھا خط بہت طویل تھا جو وراثت
کے ایک پیچیدہ مسئلے کے بارے میں تھا۔

ملک العلماء عرصے سے فشار الدم کے مرض میں مبتلا تھے
اور بہت کمزور ہو گئے تھے، لیکن ان کی عبادت وریاضت میں بھی
کوئی کمی نہیں آئی نہ ان کے روزانہ کے معمولات میں کوئی
فرق۔ زندگی کے آخری دن تک وہ علمی ودینی فرائض حسب معمول
انجام دیتے رہے۔ شب دوشنبہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ
/ ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو ذکر جہر اللہ اللہ کرتے انہوں نے اپنی جان، جان
آفریں کو اس طرح سپرد کی کہ کچھ دیر تک اہل خانہ کو اس بات کا
احساس بھی نہیں ہوا، کہ وہ واصل بحق ہو چکے ہیں۔ دوسرے دن
حضرت شاہ محمد ایوب شہیدی رشیدی سجادہ نشین خانقاہ اسلام پور ضلع
پٹنہ، جن سے انہیں فردوسی، شطاری، سہروردی اور کچھ مزید سلسلوں

میں خلافت واجازت حاصل تھی، حسن اتفاق سے تشریف لے آئے اور انہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ گیارہویں صدی ہجری کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ارزاں (متوفی ۱۰۲۸ھ) کی درگاہ سے متصل شاہ گنج، پٹنہ کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جہاں ہر سال ان کے اعزہ ومعتقدین وتلامذہ ان کے وصال پر فاتحہ خوانی و عرس ومواعظ حسنہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ خدا ان کی مغفرت فرمائے، ان کی تربت ٹھنڈی رکھے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

تصانیف:

ملک العلماء کی تالیفات وتصنیفات کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ تصنیف کا سلسلہ ۱۳۲۳ھ سے شروع ہو کر تا حیات ان کی رحلت ۱۳۸۲ھ یعنی پچاس پچپن سال تک جاری رہا۔ بیشتر کتابیں عربی زبان میں ہیں لیکن زیادہ تر افادۂ عام کی خاطر اردو میں لکھی گئی ہیں۔

یہ متعدد فنون اور موضوعات حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، تاریخ، سیرت، فضائل، مناقب، اخلاق، نصائح، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، کلام، ہیئت، توقیت، تکسیر اور مناظرہ پر مشتمل ہیں۔ کچھ اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں۔ پہلے ان کی غیر مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) شرح کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ
(سال تصنیف ۱۳۲۳ھ)

قاضی عیاض بن موسیٰ غرناطی مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) کی سیرت نبویہ پر مشہور تصنیف کتاب الشفا کی عربی زبان میں شرح۔ آغاز ۱۳ ربیع الاول شریف یوم چہارشنبہ ۱۳۲۳ھ غیر مکمل بخط مصنف محفوظ۔

(۲) التعلیق علی القدوری۔ (۱۳۲۵ھ)

قدوری مشہور کتاب پر تعلیقات عربی زبان میں۔

(۳) التعلیق علی شروح المغنی (۱۳۳۱ھ)

علم نحو کے مشہور رسالے مغنی اللبیب کی متداول شروح پر عربی میں تعلیقات۔

(۴) خیر السلوک فی نسب الملوک: (۱۳۳۳ھ)

صوبہ بہار ملک خاندان کے مورث اعلیٰ سید ابراہیم معروف بملک بیّا کہے جاتے ہیں جو سلطان فیروز شاہ کے عہد (۷۵۲–۷۹۰ھ) میں شاہی فوج میں اچھے عہدے پر سرفراز تھے اور قلعہ رہتاس (بہار) کی جنگ میں ۱۳ ذی الحجہ ۷۵۳ھ کو شہید ہوئے۔ نعش مبارک وہاں سے قصبہ بہار شریف لائی گئی اور ایک اونچی پہاڑی پر مدفون ہوئی۔ مزار شریف پر عالیشان قدیم گنبد بنا ہوا ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا نسب نامہ ساتویں پشت میں حضرت قطب ربانی غوث صمدانی سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر حسنی و حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۹) ملک خانوادے زیادہ تر بہار کے اضلاع پٹنہ، گیا، مونگیر وغیرہ میں آباد ہیں۔ دوسرے اضلاع میں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ تقسیم ہند کے بعد کچھ خانوادے مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) منتقل ہوگئے اور خاصی تعداد میں مغربی پاکستان جا کر آباد ہو گئے۔ اس کتاب میں ۳۴ قصبات ومواضع کے ملک حضرات کا شجرۂ نسب درج کیا گیا ہے۔ صفحات ۳۴۔ مسودہ مصنف محفوظ۔

(۵) تقریب: (۱۳۳۵ھ)

مصنف کا علم منطق میں مفید رسالہ، صغریٰ سے سلم تک کے مسائل کا جامع ہے۔

(۶) تلخیص: (۱۳۳۵ھ)

اردو میں علم فلسفہ میں ایک رسالہ جو ابتدائی چند مسائل کو حاوی ہے۔ ۱۳۳۳ھ میں اطلاع چھپی تھی کہ زیر طبع ہے لیکن اس کا کوئی نسخہ نہ مل سکا۔ فاضل بریلوی کے ایک مکتوب میں یہ فقرہ ملتا

ہے۔ "تہذیب کا حرف بحرف قبل طبع دکھا لینا فرض اہم ہے۔ مولانا کسی وقت اپنے آپ کو مشورۂ احباب سے مستغنی نہ سمجھنا بہت مفید فی الدین ہے"۔ (حیات اعلیٰحضرت ص ۲۸۰)

(۷) الوافیہ (۱۳۲۵ھ)

علم نحو میں بے مثل عام فہم رسالہ جس میں نحو میر سے مغنی اللبیب تک کے مسائل موجود ہیں۔ اس کا ایک قلمی خوشخط نسخہ ۱۲۸ صفحات پر مشتمل محفوظ ہے۔

فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک مکتوب بنام مصنف (مورخہ ۲۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ) میں تحریر فرماتے ہیں: "آپ کی تصنیف عافیہ، وافیہ، تہذیب پر خوشی ہوئی مگر کاش یہ وقت آپ نے بہشتی زیور وغیرہ کی غلطی کھولنے میں صرف کیا ہوتا تو عمدہ ذخیرۂ عقبیٰ ہوتا۔ جہاں ان کتابوں سے گمراہ ہوئے جاتے ہیں وحسبنا المولیٰ ونعم الوکیل" (حیات اعلیٰحضرت ص: ۲۷۹) علم صرف میں رسالہ عافیہ تو کسی طرح چھپ گیا، لیکن وافیہ (علم نحو) تقریب (منطق) اور تہذیب (فلسفہ) وغیرہ کی عدم اشاعت میں مصنف پر مذکورہ مکتوب کا رد عمل رہا ہو تو عجب نہیں۔

(۸) بدر الاسلام لمیقات کلّ الصلوٰۃ والصیام (۱۳۳۵ھ)

مصنف تمہید میں رقم طراز ہیں "تقریباً گیارہ سال سے خاکسار برادران دینی کی خدمت اور ان کے روزوں کی درستی وصحت کے لئے ہر سال رمضان شریف کے نقشہ اوقات صوم وصلوٰۃ زیج وتوقیت کے قواعد خاصہ سے ترتیب دیتا ہے اور مخلص قدیم حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی شائع کرتے ہیں۔ باقی گیارہ مہینوں میں نماز کی ابتری دیکھ دیکھ کر دل پریشان ہوتا تھا کہ اوقات نماز صحیح طور پر نہ معلوم ہونے کے سبب بعض لوگ تاخیر کو تنگی تک پہنچا دیتے ہیں اور اکثر لوگ جلدی کرتے ہیں کہ قبل از وقت نماز پڑھ لیتے ہیں۔ خصوصاً عصر وعشاء میں تو قبل از وقت حنفی نماز پڑھنا ہندوستان میں عام طور پر رائج ہو گیا ہے۔ انہی ضرورتوں کے پیش نظر میں نے ایک رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی "بدر الاسلام لمیقات کلّ الصلوٰۃ والصیام" تصنیف کیا ہے جسے مع تمہید تین مقاصد اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا۔

مقصد اول قواعد استخراج اوقات وبیان کتب ضروریہ،

مقصد دوم میل کلی ۲۳ درجے ۲۷ دقیقے والے شہروں کے لئے روزوں اور نمازوں کے اوقات جو تقریباً پچاس سال کے لئے کارآمد ہوں گے۔

مقصد سوم عرض ۵ درجے سے ۳۶ درجے تک جملہ بلاد وقصبات ومشہور قریات کا پتہ جس سے فصل طول کا اس قدر [illegible] پا جانے سے ان تمام آبادیوں کے لئے وہی وقت کارآمد ہوگا۔

خاتمہ میں فن زیج وتوقیت کے نہایت نایاب وقیمتی مسائل، جن کا جاننا مسلمانوں کو اس فن میں ضروری ونہایت درجہ مفید ہے۔ یہ رسالہ تقریباً ۷ جزو میں ہے۔ اقتباس از تمہید محررہ ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ
مکمل رسالہ شائع نہیں ہو سکا۔

(۹) مؤذن الاوقات (۱۳۳۵ھ ومابعد)

ہندوستان کے لئے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۴ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی، جیسے جیسے ضرورت واقع ہوتی گئی، فاضل مصنف رسالے مرتب کرتے رہے۔ سب سے پہلے بہار شریف عرض ۲۵ کے لئے رسالہ مرتب ہوا۔ مصنف تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:

"یورپ کی جنگ کے باعث کاغذ کی گرانی کی وجہ سے فی الحال مقصد دوم" کو، جو کہ اہم مقصود اعظم ہے، موافق بہ وشریعت محولہ کر کے بنام تاریخی مؤذن الاوقات شائع کیا جاتا ہے اور ہو کی

مشہور شہروں کا جو ایک ایک منٹ کے فاصلے پر واقع ہیں تفاضل دے دیا جاتا ہے کہ اس قدر کم یا زیادہ کرنے سے ان تمام شہروں کے ریلوے اوقات حاصل ہوں گے۔

منتہائے سحری وقت طلوع صبح صادق ہے جو ابتدائے وقت فجر ہے اور انتہائے وقت طلوع آفتاب۔

ضحوۂ کبریٰ وہ وقت ہے کہ اس سے لے کر نصف النہار تک نماز نہیں۔ رمضان یا روزہ نفل میں اس وقت سے پہلے نیت کرلے تو روزہ ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

نصف النہار ابتدائے وقت ظہر ہے۔

عصر حنفی انتہائے ظہر حنفی (مثل دوم علاوہ سایۂ اصلی) ابتدائے عصر ہے۔

غروب آفتاب انتہائے عصر وابتدائے مغرب، وقت افطار، اگرچہ عصر کی نماز غروب تک پڑھ سکتے ہیں مگر کم سے کم ۲۰ منٹ قبل غروب آفتاب پڑھ لینا چاہئے ورنہ وقت مکروہ ہو جائے گا۔

عشائے حنفی: انتہائی وقت مغرب (غروب شفق سفیدی) وابتدائے وقت عشاء ہے۔ اس وقت سے لے کر منتہائے سحری تک نماز عشاء درست ہے، مگر تہائی رات سے زیادہ تاخیر پسندیدہ نہیں"۔

حسب ذیل دس شہروں کے اوقات صلوٰۃ وصیام مختلف احباب کی فرمائش پر مرتب ہوئے۔

بمبئی ـــــ عرض ۱۹ درجہ حسب فرمائش مولانا ابو الفتح محمد حشمت علی خان قادری رضوی۔ تاریخ التحریر ۱۶ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ نسخہ حنفیہ۔ بخط مصنف محفوظ۔

کلکتہ ـــ عرض ۲۳ درجہ حسب فرمائش حاجی محمد لعل خان مرحوم، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ بخط مصنف محفوظ۔

بہار شریف ـــ عرض ۲۵ درجہ ـــ بخط مصنف محفوظ۔

کانپور ـــ عرض ۲۶ درجہ ـــــــ بخط مصنف محفوظ۔

گوالیار ـــ عرض ۲۶ درجہ حسب فرمائش مولوی امجد رضا خاں قادری برکاتی تاریخ ترتیب یکم عید الفطر ۱۳۵۲ھ۔

بریلی ـــ عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش مولانا حسنین رضا خاں خلف حضرت حسن بریلوی۔

نینی تال ـــ عرض ۲۹ درجہ حسب فرمائش مولانا قاری شاہ محمد حامد رضا خاں قادری نوری رضوی۔

ملتان ـــ عرض ۳۰ درجہ حسب فرمائش جناب نیاز احمد قادری، لوہاری دروازہ ملتان۔

لاہور ـــ عرض ۳۱ درجہ حسب فرمائش مولانا ابو الحسنات سید احمد، حزب الاحناف لاہور، بخط مصنف محفوظ۔

ان میں صرف چند رسالے شائع ہو سکے۔ قصبۂ بہار شریف کے لئے جو رسالہ مرتب ہوا اس کے دس بار ایڈیشن کلکتہ اور پٹنہ میں چھپے، گوالیار کے لئے ۱۳۶۲ھ میں طبع ہوا۔ بریلی اور نینی تال کے رسالے مطبع حسنی بریلی نے ۱۳۲۷ھ میں شائع کئے۔

(۱۰) تحفة الاحباب فی فتح الكوّة والباب. (۱۳۳۶ھ)

۱۹۱۸ء میں قصبہ سسرام ضلع شاہ آباد (بہار) میں ایک صاحب نے دو منزلہ مکان کے ایک حصے کو سہ منزلہ بنوایا۔ زنانہ مکان ہونے کی وجہ سے تین طرف پردے کی دیوار کھنچوائی۔ ہوا کی آمدورفت کے لئے چوتھی سمت ایک کھڑکی لگوائی۔ اس پر ایک پڑوسی نے اعتراض کیا اور عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ فیصلہ مدعی کے خلاف ہوا۔ ایک صاحب کو ثالث مقرر کیا گیا کہ خوش اسلوبی سے مسئلہ طے ہو جائے۔ انہوں نے مدعی کی حمایت کی اور فیصلہ لکھا کہ کھڑکی بند کر دی جائے اور چھت پر جانے کی ممانعت کر دی۔ شہر کے بعض احباب نے ملک العلماء سے شرعی مسئلہ پوچھا۔ انہوں

نے ۲۳ فیصدوں میں ثالث صاحب کے فیصلے کے اغلاط شرعیہ واوہام باطلہ ظاہر کر کے علمائے کرام وفقہائے عظام کی تصانیف سے فیصلے کا رد کیا اور ثابت کیا کہ یہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہم اجمعین کے مسلک کے خلاف، ظاہر الروایہ کے خلاف اور درایت کے خلاف ہے۔

یہ رسالہ ۲۶ صفحات پر مشتمل بخط مصنف محفوظ ہے اور اس پر فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اصلاحات وترمیمات ان کے قلم سے درج ہیں۔

(۱۱) القصر المبنی علی بیان المغنی (۱۳۳۶ھ)

علم نحو میں یہ رسالہ **مغنی اللبیب** کی عربی میں شرح ہے جو غیر مکمل حالت میں ملی ہے۔ ابتدا میں کوئی مقدمہ یا تمہید موجود نہیں ہے نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اصل مسودہ مصنف کے قلم کی بیشتر مکمل نہ ہو سکی۔ تاریخ تحریر ۲۴ محرم الحرام ۱۳۶۰ھ۔

(۱۲) ہادی الہدایۃ لترک الموالات (۱۳۳۹ھ)

۱۹۲۰ء میں برطانوی حکومت سے ترک موالات کی تحریک کا شور پورے ہندوستان میں گونج رہا تھا۔ اس کے رد میں یہ رسالہ تصنیف ہوا، جس میں اس تحریک کے مضر اثرات کی نشاندہی کی گئی تھی۔ جو بعد کو صحیح نکلی۔ اس میں مسئلہ خلافت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کا اس زمانے میں بہت زور تھا۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصنف علام کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں

''آپ کا رسالہ اب تک نہ دیکھ پایا متفرق مقامات سے کچھ کچھ دیکھا ہے جزاکم اللہ تعالیٰ خیر کثیر اچھا ہے۔ مگر مشائخ بہار کے طرف سے یہ تاویل کہ انہوں نے کوئی دنیوی کام سمجھ کر اتباع رائے مشرک جائز رکھا ہے، میری سمجھ میں نہ آئی سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کی حفاظت جس کا جھوٹا ادعا گاندھی کو ادعا ہے کیا کوئی دنیوی کام ہے؟ اور وہ تو یہاں تک اونچے اڑے ہیں کہ جو اس میں شرکت نہ کرے مسلمان ہی نہیں تو اسے نہ صرف کار دین بلکہ ضروریات دین جانتے ہیں۔ بہر حال اسے دیکھ کر اللہ چاہے تو جلد واپس کرنے کا ارادہ ہے'' اس کا قلمی نسخہ بخط مصنف محفوظ ہے۔

(۱۳) توضیح الافلاک معروف بسلم السماء: (۱۳۴۰ھ)

علم ہیئت کا یہ رسالہ ایک مقدمہ پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ ابتدا امام غزالی کے اس قول سے ہوتی ہے **من لم یعرف الہیئۃ والتشریح فہو عنین فی معرفۃ اللہ تعالیٰ**۔ صفحات ۷۷۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۱۴) الافادات الرضویہ: (۱۳۴۴ھ)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصول حدیث سے متعلق وہ علمی فوائد جو مؤلف نے ان سے سن کر قلمبند کیے۔ منتشر اوراق۔

(۱۵) جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری: (۱۳۴۵ھ)

اس کا ذکر تفصیل سے آگے آئے گا۔

(۱۶) نافع البشر فی فتاوی ظفر (۱۳۴۹ھ)

۳۷۵ استفتا اور ان کے جوابات۔ تفصیل یہ ہے۔ کتاب الطہارۃ، تعداد استفتا وجوابات ۹۰، صفحات ۳۴، کتاب الصلوۃ تعداد جواب ۲۳۱، صفحات ۹۱، کتاب الزکوۃ، جواب ۴۵، صفحات ۲۶۔ کتاب الصوم، جوابات ۷، صفحات ۳۔ ایک استفتا اور اس کے جواب پر جو بعد کو نقل کیا گیا ہے تاریخ ۲۱ شوال ۱۳۳۱ھ درج ہے۔ جوابات عام طور پر مختصر ہیں۔ راقم کا خیال ہے کہ مستفتی کو

مفصل جواب مع نقل عبارت فقہیہ وحوالہ جات (جیسا کہ مصنف کا عام دستور تھا) بھیجا جاتا رہا ہوگا اور اس مجموعے میں جوابات کے خلاصے لکھ لئے جاتے ہوں گے۔ نقل کسی اور کے قلم کی لکھی ہوئی کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

(۱۷) تنویر السراج فی ذکر المعراج (۱۳۵۲ھ وبعد)

سید شاہ حمید الدین (متوفی ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ) سجادہ نشین تکیہ حضرت شاہ رکن الدین عشق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۲۰۳ھ) نے اپنی خانقاہ میں ۲۷ رجب المرجب کو رجبی شریف کی تقریروں کا اہتمام کیا اور حضور ملک العلماء کو تقریر پر آمادہ کیا یہ جلسہ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء سے شروع ہوا اور ۱۳ سال یعنی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء تک یقیناً جاری رہا ممکن ہے اس کے بعد بھی جلسے ہوتے رہے ہیں۔ یہ تقریریں ہر سال افادیت عام کے خیال سے قلمبند کرلی جاتی تھیں اور جس پر حضور ملک العلماء ایک نظر ڈال لیتے تھے، جلسہ سیزدہم کے بعد کی تقریروں کے مسودات و مبیضات نہیں ملے ممکن ہو یہ قلمبند نہیں کی جا سکی ہوں۔ ایک کے سوا ساری تقریریں غیر مطبوعہ ہیں، بیشتر کے مسودات محفوظ ہیں۔

تنویر السراج واقعات وحقائق ومعارف معراج پر ایک مسلسل بیان ہے جس میں ہر سال ایک کڑی کا اضافہ ہوجاتا تھا۔ پہلے سال صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم پر دو ڈھائی ڈھائی گھنٹے تقریر ہوئی، دوسرے سال لفظ سبحٰن پر، تیسرے سال الذی پر، چوتھے سال اسریٰ پر، پانچویں سال بعبدہ کے حرف با پر، چھٹے سال عبد کے مفہوم ومصداق بیان کرتے ہوئے آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات خاصہ بیان کئے گئے تھے۔ ساتویں سال بعبدہ کی اضافت کی تشریح کی گئی تھی اور اس ضمن میں سرکار کے فضائل وکمالات کا مزید ذکر ہوا تھا۔ (یعنی مسلسل تین سال کے جلسوں میں صرف بعبدہ پر تقریر کا سلسلہ جاری رہا) جلسۂ ہشتم میں لیلاً کے متعلق گفتگو ہوئی، جلسۂ نہم میں لیلاً کی تنوین کے متعلق اور جلسۂ دہم میں صرف حرف مِن پر تقریر ہوئی۔ جلسۂ یازدہم میں بھی پوری تقریر حرف مِن کے متعلق ہوئی اور اس ضمن میں آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ جلسۂ دوازدہم کی تقریر کا مسودہ نہ مل سکا یہ تقریر اشاعت کے لئے انجمن حزب الاحناف لاہور کو بھیج دی گئی تھی اور جلسۂ سیزدہم کا مسودہ غیر مکمل حالت میں ملا۔ قیاس ہے کہ جلسۂ دوازدہم اور بعد جلسوں میں المسجد الحرام اور الی المسجد الاقصیٰ پر تقریر ہوئی ہوں گی۔

یہ تقریریں غیر مطبوعہ ہیں صرف جلسۂ یازدہم (۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء) کی تقریر مولوی عبد المرتضیٰ سید محمد شمس الضحیٰ عظیم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دار الکتب سرائے سلطان لاہور نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے شائع کی تھی، یہی تقریر ذکر معراج کے نام سے ادارۂ روضۃ المعارف گھوسی ضلع اعظم گڑھ سے ۱۹۷۸ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ مولوی شمس الضحیٰ صاحب نے اپنے ایڈیشن میں اطلاع دی تھی کہ پہلے دس سال کی تقریریں لاہور میں زیر طبع ہیں، لیکن یہ غالباً شائع نہ ہوسکیں۔

ملک العلماء نے شاہ حمید الدین مرحوم ومغفور کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ میں ضرور تقریر کروں گا بشرطیکہ ہر سال ہندوستان کے مشاہیر سنی علماء میں ایک کو ضرور مدعو کیا جائے چنانچہ پہلے سال ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۴ء میں مولانا سید شاہ قمر الہدیٰ سجادہ نشین خانقاہ معظمہ چپیدہ ضلع مونگیر، دوسرے سال مولانا مشتاق احمد کانپوری استاذ مدرسہ عالیہ کلکتہ (متوفی ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۳ء) تیسرے سال مولانا عبد الواحد بدایونی، چوتھے سال مولانا سید شاہ محمد صاحب محدث

پکھوچھوی (متوفی ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء)، پانچویں سال مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (متوفی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)، چھٹے سال مولانا عبدالمجید آنولوی بریلوی (متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) تلمیذ رشید تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ (متوفی ۱۳۱۹ھ) ساتویں سال مولانا سید وصی احمد سہسرامی، صدر مدرس جامعہ نعیمیہ مرادآباد، آٹھویں سال صدرالافاضل استاذالعلماء مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء) اور دسویں سال مولانا قاضی شاہ محمد احسان الحق نعیمی اشرفی، مفتی بہرائچ مدعو کئے گئے اور انہوں نے اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین جلسہ کو فیضیاب کیا۔ جلسہ نہم، جلسہ یازدہم اور بعد کے جلسوں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں مل سکی لیکن ان جلسوں میں کسی ایک میں استاذالعلماء مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضرور تشریف لائے تھے (مکاتیب ملک العلماء، قلمی)

(۱۸) الانوار الامعض الشمس البازغه (۱۳۵۷ھ)

فلسفے کی مشہور کتاب شمس البازغہ کے اہم مباحث کی تشریح، سوال وجواب کی شکل میں راقم الحروف کی آسانی کے لئے ۱۴۷ سوالات قائم کرکے عام فہم زبان و دلنشیں انداز میں جوابات لکھے گئے ہیں۔ تقطیع کلاں، صفحات ۳۲، تاریخ تصنیف ۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۳۸ء، بخط مصنف محفوظ۔

(۱۹) الفوائد التامه فی اجوبة الامور العامه (۱۳۵۸ھ)

علم کلام کی مشہور درسی کتاب کے اہم مباحث راقم الحروف کی آسانی کے لئے سوال وجواب کی شکل میں لکھے گئے ہیں۔ نسخہ بخط مصنف محفوظ۔

(۲۰) مولود رضوی (۱۳۶۰ھ)

سید شاہ محمد حسین حامد سجادہ نشین درگاہ شاہ دارزاں (متوفی ۱۱ر جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ/۱۷ر ستمبر ۱۹۶۷ء) کی فرمائش پر خواتین اور عام لوگوں کے لئے عام فہم زبان میں یہ میلاد نامہ لکھا گیا، اس میں حضرت حسن بریلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) شاگرد داغ اور فاضل بریلوی کی نعتوں کے ساتھ شاہ صاحب کا نعتیہ کلام اور ان کا لکھا ہوا سلام بھی درج ہے۔ آخر میں حضرت فاضل بریلوی کی لکھی ہوئی **مشہور مناجات** "یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو" درج کتاب ہے۔ تاریخ تصنیف ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۶۰ھ، صفحات ۲۲، اس کے دو نسخے بخط مصنف محفوظ ہیں۔ یہ میلاد نامہ شائع تو نہیں ہوا لیکن اس کی نقلیں اس زمانے میں شائقین نے لے لی تھیں۔

(۲۱) تحفة العظماء فی فضل العلماء (۱۳۶۵ھ)

یہ رسالہ علم اور علماء کی فضیلت کے بیان میں تصنیف ہوا، اس کا کوئی نسخہ علی گڑھ میں محفوظ نہیں۔

(۲۲) حیات اعلیحضرت: (۱۳۶۹ھ)

کتاب کا یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۳۸ر کے اعداد نکلتے ہیں، اس کا دوسرا تاریخی نام مظہر المناقب ہے جس سے ۱۳۶۹ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات ہے اور ان کی تصانیف کا مکمل تذکرہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، مبیضہ ۲۱ر شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو تمام ہوا، جلد اول ۲۶۰ پر مکتبہ رضویہ فیروز شاہ اسٹریٹ، آرام باغ، کراچی سے عرصہ ہوا مولوی سید ایوب علی رضوی بریلوی نے شائع کرائی۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف، راقم الحروف سے مولوی مفتی محمود احمد قادری صاحب اشاعت کے لئے پندرہ بیس سال ہوئے مستعار لے گئے کہ وہ جلد مکمل کتاب شائع کردیں گے، لیکن افسوس ہے کہ اب تک شائع

نہیں ہوسکی اب شائع ہے کہ پٹنہ میں زیر طباعت ہے۔

(۲۳) مشرقی کا غلط مسلک۔ (۱۳۸۲ھ)

عنایت اللہ خاں مشرقی (۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے جواب میں سپرد قلم ہوا جس میں ان کے اس دعوے کا علمی انداز میں ابطال کیا گیا کہ متحدہ ہندوستان کی ساری مساجد کا سمت قبلہ غلط ہے۔ تاریخ تصنیف ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ روز سہ شنبہ مطابق ۲۶ر ستمبر ۱۹۳۹ء سید سلیمان ندوی (متوفی ۱۹۵۴ء) نے اہمیت کی بنا پر اس کا خلاصہ رسالہ معارف (اعظم گڑھ) کے دو شماروں (جنوری فروری ۱۹۴۰ء) میں "مشرقی اور سمت قبلہ" کے عنوان سے شائع کیا۔ رسالہ کتابی شکل میں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔ بخط مصنف محفوظ۔

(۲۴) النور والضیاء فی سلاسل الاولیا

صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے ان ۱۴۲ سلسلوں کا شجرہ اوران کے اسمائے گرامی درج ہیں جن میں حضور ملک العلماء کو بیعت واجازت حاصل تھی۔ پہلا شجرہ سلسلہ عالیہ قادریہ طیبہ مبارکہ رضویہ کا ہے اور آخری سلسلہ عالیہ فردوسیہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا پہلے سلسلے میں حضور سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مصنف کے درمیان ۳۸ واسطے ہیں۔ اور آخری سلسلے میں ۱۲ر صفحات ۳۰۹ بخط مصنف محفوظ ہیں ان کے آخری زمانے کی کوشش ہے۔

(۲۵) مکاتیب فاضل بہاری

علماء احباب، متعلقین، تلامذہ واعزا کے نام تقریباً پانچ سو خطوط کا مجموعہ۔ حضرت ملک العلماء کثرت سے خطوط لکھا کرتے تھے اور خطوط کے جواب فوراً دینے کی عادی تھے۔ روزانہ تین خطوں کا اوسط ضرور رہا ہوگا جس رات انہوں نے رحلت فرمائی اس شام بھی انہوں نے چار خط تحریر فرمائے تھے جس میں ایک طویل خط وراثت کے ایک پیچیدہ مسئلے کے سلسلے میں تھا۔ انہوں نے طویل عمر پائی، اس عرصے میں معلوم نہیں انہوں نے کتنے ہزار خطوط لوگوں کو لکھے ہوں گے۔ اگر نصف خطوط کی بھی نقلیں رکھنے کا التزام کیا جاتا تو یہ خطوط متعدد مجلدات میں مرتب ہوتے۔ آخر زمانے میں بعض اعزہ کو اس کا خیال پیدا ہوا چنانچہ ایک مختصر سا مجموعہ ان کے خطوط کا خاندانی کتب خانے میں محفوظ ہے ان کے کچھ خطوط اخبار دبدبۂ سکندری (رامپور) اخبار مشرق (گورکھپور) صدق جدید (لکھنؤ) رسالہ معارف (اعظم گڑھ) اور دوسرے اخبارات وکتب ورسائل میں شائع ہوئے تھے، اگر انہیں بھی جمع کرلیا جائے تو بہت اچھا اور مفید مجموعہ مرتب کر کے شائع کیا جا سکتا ہے۔

ان کے علاوہ ملک العلماء کی کچھ تصنیف حسب ذیل ہیں جن کا ذکر ان کی کتابوں میں ہے، لیکن ان کا کوئی مطبوعہ یا قلمی نسخہ مضمون کی تحریر کے وقت راقم کی ذخیرۂ کتب میں دستیاب نہ ہو سکا ان کی فہرست بقید سنین تالیف ذیل میں درج کی جاتی ہے:

(۲۶) ۱۳۲۳ھ الحسام المسلول علی منکر علم الرسول (فن مناظرہ)

(۲۷) ۱۳۲۳ھ مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (فقہ)

(۲۸) ۱۳۲۳ھ مبین الہدیٰ فی نفی امکان مثل المصطفیٰ (فضائل)

(۲۹) ۱۳۲۵ھ اعلام الماجد بصرف جلود الاضحیۃ فی المساجد (فقہ)

(۳۰) ۱۳۲۶ھ بسط الراحۃ فی الحظر والاباحۃ (فقہ)

(۳۱) ۱۳۲۶ھ الفیض الرضوی فی تکمیل الحموی۔ فقہ

(۳۲)۱۳۲۸ھ سجم الکرہ علی الکلاب الممطرہ مناظرہ

(۳۳)۱۳۲۹ھ النبراس لدفع ظلام العباس مناظرہ

(۳۴)۱۳۳۲ھ رفع الخلاف من بین الاحناف مناظرہ

(۳۵)۱۳۳۳ھ نزول السکینہ باسانید الاجازات المتینہ حدیث

(۳۶)۱۳۳۳ھ القول الاظہر فی الاذان بین یدی المنبر فقہ

(۳۷)۱۳۳۳ھ کشف المستور عن مناظرہ رامپور مناظرہ

(۳۸)۱۳۳۷ھ نظم المبانی فی حروف المعانی نحو

(۳۹)۱۳۳۷ھ تحفۃ الاحبار فی اخبار الاخیار مناقب

(۴۰)۱۳۳۷ھ الکسیر فی علم التکسیر فن تکسیر

(۴۱)۱۳۳۹ھ اعلام الاعلام باحوال العرب قبل الاسلام تاریخ

(۴۲)۱۳۴۳ھ نہایۃ المنتہی فی شرح ہدایۃ المبتدی فقہ

(۴۳)۱۳۴۸ھ تسہیل الاصول الی علم الاصول اصول فقہ

اب ذیل میں ملک العلماء کی ان مطبوعہ تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے نسخے اپنے کتب خانے میں تلاش سے مل گئے ممکن ہے کچھ اور کتابیں بھی شائع ہوئی ہوں اور وہ میرے پاس محفوظ نہ رہ گئی ہوں۔

(۴۴) ظفر الدین الجید ۱۳۲۳ھ (مناظرہ)

کذب باری سبحانہ وتعالیٰ علم غیب اور دوسرے کے متعلق جن میں علمائے بریلی اور علمائے دیوبند میں اختلافات ہیں تیس سوالات جسے مولانا ظفر الدین قادری نے مرتب کرکے اشرف علی تھانوی کی خدمت میں بریلی میں پیش کیے۔ اس رسالے میں ان سے ملاقات کا حال اور دوسرے بعد کے کوائف بھی درج ہیں۔ یہ رسالہ انہوں نے ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ کو اپنی طالب علمی کے زمانے میں مرتب کیا تھا۔

قلمی نسخہ بخط مصنف کتب خانہ مختار الدین احمد میں محفوظ ہے صفحات ۱۹/ یہ رسالہ اسی زمانے میں بریلی سے چھپ کر شائع ہوا۔

(۴۵) شکست سفاہت ۱۳۲۲ھ (مناظرہ)

میوات، نواح فیروز پور جھرکا کے مناظرے کی روئداد۔ مولانا شاہ رکن الدین الوری (مولانا شاہ رکن الدین مجددی الوری (متوفی ۳۰ رشوال ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء) کا سلسلہ نسب شیخ الاسلام حضرت شیخ عبداللہ انصاری مدنی تک پہنچتا ہے۔ ولادت دہلی کے قریب شیخ گڑگاؤں کے ایک موضع میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شیخ فرید الدین مرحوم سے الور میں پائی۔ شیخ صاحب فارسی کے استاد کامل تھے۔ کہا جاتا ہے، کہ مرزا غالب سے بھی ان کی مراسلت تھی۔ کتب خانے میں بہت سے خطوط محفوظ تھے جو ۱۹۴۷ء کے ہنگامے کی نذر ہو گئے۔ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد آپ کے دل میں طلب حق پیدا ہوئی اور دل خداجوئی میں مصروف ہو گیا۔ ۱۳۰۴ھ میں انہوں نے اعلیٰحضرت مولانا شاہ رحیم بخش معروف بمسعود شاہ فاروقی نقشبندی (۱۲۵۰۔۱۳۰۹ھ/۱۸۳۴۔۱۸۹۲ء) سے شرف بیعت حاصل کیا اور حضرت خواجہ ضیاء معصوم سے چشتیہ قادریہ سلسلے میں اجازت حاصل کی۔ سینکڑوں ویران مساجد کو آباد ومعمور کیا اور تبلیغ اسلام کی طرف توجہ کی۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پیشتر پورا علاقہ میوات کا آپ کے فیوض وبرکات سے مالا مال تھا۔ آپ کے خلفاء میں مشہور مصنف ومحقق ہمارے کرم فرما پروفیسر مسعود احمد قادری کے والد ماجد حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مظہر اللہ خطیب

شاہی مسجد جامع فتح پوری دہلی (۱۳۰۳ـ۱۳۸۶ھ/۱۸۸۶ـ۱۹۶۶ء) اور ان کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد محمود (متوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) قابل ذکر ہیں۔ تصنیف میں چھ رسالے چھپ کر شائع ہو چکے ہیں، جن میں رسالہ رکن الدین تو صحیح لغت مداد مولوی محمود قابل ذکر ہیں۔ (تذکرہ مظہر مسعود، مؤلفہ پروفیسر محمد مسعود احمد ص ۱۰۱ـ۱۱۸، (کراچی ۱۹۶۹) تذکرہ صوفیائے میوات، مؤلفہ محمد حبیب الرحمن خاں میواتی ص ۲۳۲ـ۲۳۸ (دہلی، ۱۹۸۵) مزید حالات کے لئے دیکھئے مصباح السالکین فی احوال رکن الملۃ والدین از مولانا مفتی محمد محمود (دہلی، ۱۳۵۵ھ) معیار السلوک ودافع الاوہام والشکوک، از مولانا ہدایت علی نقشبندی (طبع کراچی) مولانا احمد حسین خاں رامپوری متعہ درگاہ اجمیر شریف کی استدعا پر فاضل بریلوی نے مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے اور تقریر کے لیے بھیجا۔ وہ تحریر فرماتے ہیں: "اس موقع پر اعلیٰحضرت نے ایک اونی جبہ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا یہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے لے کر سر پر رکھا اور آنکھوں سے لگایا" (حیات اعلیٰحضرت ص ۵۵) وہاں مولانا شاہ رکن الدین اور مولوی شاہ ارشاد علی الوری (مولانا ارشاد علی الور کے علماء و مشائخ میں تھے، انہیں حضرت مسعود شاہ نقشبندی دہلوی سے شرف بیعت حاصل تھا اور مولانا رکن الدین شاہ سے انہیں سند خلافت ملی تھی۔ اردو میں انکا منظوم کیا ہوا شجرۂ طریقت مولانا رکن الدین شاہ، پروفیسر محمد مسعود احمد نے تذکرہ مظہر مسعود ص ۵۱۳ میں درج کر دیا ہے۔) بھی ان کیساتھ مجلس مناظرہ میں شریک ہوئے۔ میوات کے لوگوں کی خواہش ہوئی کہ فتح کے روداد اور مناظرے کے پورے حالات کتابی شکل میں شائع کر دیے جائیں۔ یہ رسالہ اسی زمانے میں مرتب ہوا اور چھپ کر شائع ہوا۔

(۴۶) المجمل المعدد لتالیفات المجدد: ۱۳۲۷ھ (تاریخی)

اس رسالے میں جو مولانا عبدالمجید رحیم آبادی کی فرمائش پر مرتب کیا گیا ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء تک کی لکھی ہوئی فاضل بریلوی کی ساڑھے تین سو تصنیف کا ذکر ہے۔ اب تصنیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب پہنچتی ہے جو پچاس سے زائد علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ یہ رسالہ ۱۳۲۷ھ کا مرتب کردہ ہے، اعلیٰحضرت اس کے بعد ۱۳ سال زندہ رہے اور برابر سلسلہ تصنیف وتالیف جاری رہا، ۱۹۲۲ء میں اسباب کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان کے مسودات درست کیے جائیں اور بعض اہم تصنیف شائع کی جائیں۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) کے اصرار پر ملک العلماء بریلی شریف لے گئے اور تین ماہ وہاں رہ کر بہت محنت وتوجہ سے منتشر مسودات مرتب کیے جو بیشتر اوراق پریشاں کی صورت میں تھے۔ جو مسودات مکمل تھے ان کی مبیضات تیار کیے۔ اب انہوں نے تصنیفات کی نئی فہرست تیار کی تو اندازہ ہوا کہ ان کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے جو عام طور پر سمجھی جاتی ہے۔ اس میں کتابیں بھی تھیں اور مختصر رسالے بھی عربی اور فارسی زبان میں بھی تھیں اور اردو میں بھی۔ انہوں نے فہرست تصانیف اعلیٰحضرت مرتب کرکے اشاعت کے لیے تیار کردی تھی، فہرست کتابی شکل میں ابتک نہیں شائع ہوسکی لیکن غنیمت ہے کہ ماہنامہ اعلیٰحضرت (بریلی) میں ۳۱۰ مزید تصنیف کی فہرست چھپ گئی ہے اب اعلیٰحضرت کی کتب ورسائل کی تعداد ۷۰۰ ہوگئی، کچھ رسالے کے مسودات انہیں بعد کو ملے اب سب کی مکمل فہرست ترتیب دیکر انہوں نے بریلی کے ارباب حل وعقد کے حوالے کی یہ فہرست المجمل المعدد کے تتمہ واضافہ شدہ ایڈیشن کے طور

بریلی سے ۱۹۴۳ء میں چھپنے والی تھی۔ مفتی اعجاز ولی خاں بریلوی، پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد (جنہوں نے تصانیف کی تعداد ۱۰۰۰ بتائی ہے) اور مولانا عبدالمبین نعمانی کے پیش نظر ملک العلماء کی المجمل المعدد کے اضافہ شدہ نسخے کا تعجب نہیں قلمی یا مطبوعہ نسخہ رہا ہو۔ حیات اعلیٰحضرت (حصہ دوم) میں بھی تصانیف کا تفصیلی ذکر ہے۔ انہوں نے تین پچیس اہم تصانیف کا انتخاب کرکے ایسی صاف ستھری نقلیں بھی تیار کر لی تھی جو مطبع کو فوراً بھیجی جا سکتی تھیں، بلکہ متعدد رسالوں کی کتابت وطباعت انہوں نے بریلی میں اپنے قیام کے دوران میں شروع بھی کرا دی تھی ان میں سے کچھ رسالے بریلی اور پٹنہ سے ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں شائع بھی ہوئے۔

اس سلسلے میں ان خطوط کا مطالعہ مفید ہوگا جو ملک العلماء نے اس زمانے میں اپنے بعض احباب واعزہ کو لکھے ہیں۔ در حسن اتفاق سے جن کی نقلیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ یہاں بعض اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جن سے تصانیف اعلیٰحضرت کی بازیافت، ترتیب، تحشیہ واشاعت پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ملک العلماء، مولانا امجد رضا خاں صاحب نوری مقیم پیرو کو اپنے مکتوب (مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ میں تحریر فرماتے ہیں):

"اس وقت اعلیٰحضرت قدس سرہ العزیز کی جملہ تصنیفات وتالیفات وتحریرات چھپ جاتیں تو سینکڑوں کو کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، عقائد، اخلاق کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، ہیئت، توقیت، حساب، جبر ومقابلہ، تکسیر، جفر، زائچہ کون سے علوم ہیں جن میں اعلیٰحضرت کی تصنیف نہیں جس وقت یہ کتابیں جناب کی ہمت ومحنت وتوجہ سے چھپ جائیں گی، اس وقت لوگوں کی آنکھیں کھلیں گی کہ اعلیٰحضرت کیا تھے۔ واقعی جناب نے انہیں حیات جاوید بخشی اور ہر شخص کو ان کے علوم وفنون سے متمتع ہونے کا موقع دیں۔

میرے بریلی سے آنے کے بعد سے اس وقت تک ربیع الاول تا رمضان شریف تین رسالے چھپے ہیں، ایک تو وہی نشاط السالکین جس کی نصف سے زیادہ کاپیاں میرے سامنے بھی چھپ چکی تھیں، دوسرا رسالہ الاسد المسئول تیسرا اعانۃ التحقیق یہ سب رسالے نمبر ا سے ۱۳ تک میں نے منگوا لیے ہیں۔ انہوں نے نمبر ۲، ۳، ۵ جو پٹنہ میں چھپنے کے واسطے بھیجے تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اب تک انہوں نے چھپوا کر نہیں بھیجے۔ مولوی ابوالبرکات سید احمد صاحب سے ایسی توقع نہ تھی۔ اور تین رسالے نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ بہت خراب چھپے ہیں، صحت کا بھی التزام نہیں کیا ہے۔ بریلی شریف والے منشی صاحب جنہوں نے رسالہ ا تا ۱۰ کی کتابت کی تھی بہت ہی خوشخط ہیں۔ سیہسوانی صاحب ٹھیک نہیں ہیں، بہتر ہے کہ انہیں منشی صاحب سے کتابت کا کام لیا جائے خدا جناب کو اپنے مقصد میں کامیاب کرے تاکہ تصنیفات (کی اشاعت) کا کام حسب خواہش انجام پائے" (مکاتیب ملک العلماء قلمی ص ۱۴، ۱۵)

مولانا تقدس علی خاں رضوی (متوفی ۱۹۸۸ء) کو لکھتے ہیں:

"ابھی تک آپ نے وظیفہ کریمہ نہیں بھیجی جس کی سخت ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ دو نسخے النہی الاکید اور ایک نسخہ احسن الوعا اور چار نسخے وظیفہ کریمہ کے جلدی وی پی کرکے بھیج دیجیے، ایک ایک نسخہ ان سب کتابوں کا بھی جو جدید طبع ہوئی ہیں یعنی رشتی الحتاق اور حجب العوار وغیرہ ایک نمبر سے ۱۴ نمبر تک کل کتابیں، نور الادلہ اور کشف العمہ وغیرہ بھی لاہور سے آگئی ہیں۔" (مکتوب مورخہ جمعہ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۳ء/۱۴ رشوال ۱۳۶۲ھ)۔

(مکاتیب ملک العلماء ص:۲۱)

سید ریاست علی بریلوی اور مولانا تقدس علی خاں کے نام

ایک مکتوب ۱۵ رمحرم الحرام ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء میں یہ سطریں ملتی ہیں

"خداوند عالم نعمانی میاں صاحب کو قدرت دے کہ صرف ترجمہ "الدولۃ المکیہ" کیا جملہ تصنیفات حضرت مجدد اسلام بلکہ تمام تصنیفات اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شائع فرمائیں"۔ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص:۴۳)

مولوی سید شمس الہدیٰ عظیم آبادی متعلم دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے نام مکتوب مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۵ء میں حسب ذیل سطور ملتی ہیں

"سید عرفان علی صاحب (قادری رضوی بیل پوری) کا خط آیا ہے کہ اعلیٰحضرت کی تصانیف کی مکمل فہرست چھپ رہی ہے تاکہ معلوم ہو ان کی کیا کیا کتابیں ہیں اور کس کس فن میں۔ یہ سب میں نے مکمل کر دیا ہے صرف چھپنا باقی ہے، اب وہ چھپ رہی ہے۔ یقین ہے کہ عرس شریف کے قبل چھپ کر شائع ہو جائے گی، اسے دیکھ کر کتاب آپ اشاعت کے لئے پسند کر لیجئے گا"۔ (مکاتیب ملک العلماء، قلمی ص:۵۷)

انھیں کو ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں

"مولانا (مصطفیٰ رضا خاں) صاحب یقیناً اپنے سفر سے بریلی شریف پہنچ گئے ہوں گے۔ وہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات اگر طباعت کے لئے تم عزیز کو روانہ فرمائیں تو کیا ہی بہتر۔ سلطنۃ المصطفیٰ میں نے بہت تلاش کی تھی کہیں پتہ نہیں چلا۔ ہاں علوم الغیب کا مسودہ مجھے ملا تھا جس کو بڑی محنت و کاوش سے مبیضہ کر کے اور تبویب اس کی کر کے مجلد کرا کے الماری میں رکھوا دیا ہے۔ مفتی اعظم صاحب سے اس کے متعلق خط و کتابت کیجئے کہ وہاں سے روانہ فرما دیں واقعی عجیب و غریب کتاب ہے علم غیب کے مسئلے میں اس کتاب کو دیکھ کر کسی کو شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہے اس قدر مواد جمع کر دیا ہے کہ شاید و باید، وہ کتاب اگر چھپ جائے تو بہتر ان شاء اللہ تعالیٰ"۔ (مکاتیب ملک العلماء، ص ۴۴)

انھی سے ۲۲ جون ۴۵ء کے ایک خط میں پوچھتے ہیں

"بریلی سے کون کون سے رسالے چھپنے کو آئے ہیں، مطلع کیجئے"۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھیں تصانیف اعلیٰ حضرت کی اشاعت کا کس درجہ خیال تھا، وہ چاہتے تھے کہ ساری تصانیف یا کم از کم اہم منتخب کتابیں بریلی سے جلد از جلد شائع کر دی جائیں، اس کام میں تاخیر ہونے لگی تو انھیں ملال ہوا۔ بریلی کے ایک مخلص دوست کو لکھتے ہیں

"میں نے تین مہینے کس جانفشانی سے کام کیا اور خدا کا شکر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو ضائع ہونے سے بچا لیا مگر جو قدردانی کی گئی وہ آپ کے اور سب کے پیش نظر ہے اگر تصنیفات کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہوتا تو دینی فائدہ کثیر ہوتا"۔ مکتوب مورخہ ۲۶ نومبر ۴۵ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی)

المجمل المعدد کا پہلا ایڈیشن مدت ہوئی قاضی محمد عبدالوحید صدیقی فردوسی عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) کے مطبع حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۷ھ میں نکلا، دوسرا ایڈیشن مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ اب تک یہ ادارہ، جو بہت مفید کام کر رہا ہے، اس رسالے کے مزید تین چار ایڈیشن شائع کر چکا ہے جن میں سے ایک ایڈیشن ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء کا میرے کتب خانے میں موجود ہے لیکن یہ ساری اشاعتیں غالباً طبع اول (۱۳۲۷ھ) ہی کی نقلیں ہیں جن میں ساڑھے تین سو تصانیف کا ذکر ہے۔ ملک العلماء نے ۱۹۴۳ء میں جو فہرست تصانیف کی بنائی تھی وہ غالباً اب تک شائع نہیں ہوئی یا کم از کم میری نظر سے نہیں گزری، اگر شائع نہیں ہوئی

ہوا ہے بہت جلد المجمل المعدد ترمیم و اضافہ شدہ
ایڈیشن کی حیثیت سے شائع کردیا جائے۔

آنحضرت کی تصانیف کی اشاعت کے سلسلے میں سنیوں کی بے حسی و غفلت پر سب سے اچھا تبصرہ بھی اسی جماعت کے ایک مقتدر عالم و مصنف، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری حفظہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے

''مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ اہلسنت و جماعت نے تصنیف و اشاعت کے بارے میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں لیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج تک نہ امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہوسکا اور نہ وہ گراں قدر ذخیرۂ کتب پوری طرح محفوظ رہ سکا، اس سے محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے جامع و مکمل فہرست تیار نہیں کرسکتا''۔

اندھیرے سے اجالے تک، ص ۶۰، ۶۷ (لاہور ۱۹۸۵ء)

(۴۷) الجواهر والیواقیت فی علم التوقیت معروف بتوضیح التوقیت: ۱۳۳۰ھ (توقیت)

یہ کتاب فن توقیت میں ہے نصف النہار طلوع و غروب ضحوۂ کبریٰ، عصر، مغرب، تعیین تقسیم سینی، کسور اعشاریہ، جیب لوگارثمی، دھوپ گھڑی، سمت قبلہ اور دوسرے اہم اور علمی مسائل، نہایت سیدھی سادی زبان میں لکھی گئی ہے۔ توضیح و تشریح کے لئے مثالیں دی ہیں اور متعدد جدولیں بھی درج کئے ہیں۔ علم توقیت کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

''یہ وہ علم ہے کہ نماز کی صحت روزے کی درستی اسی پر موقوف ہے۔ مسائل نکاح و طلاق میں اس کی ضرورت ہے۔ احکام فرائض میں اس کی حاجت ہے۔ حج کے راستے میں اس کی طرف محتاجی ہے، کیا بغیر اس علم کے اس دور تمدن و ترقی میں کے ظلم، اوقات ساعت سے ہوتا ہے کسی شخص کو اوقات نماز کی تمیز، ابتدا و انتہا، اوقات صوم و صلوٰۃ کی معرفت بغیر اس علم کے ممکن ہے؟ یا بغیر اس علم کے صحیح سمت قبلہ کا علم ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگرچہ مسجدوں کی عمارتیں ایک حد تک اس ضرورت سے لوگوں کو سبکدوش کرسکتی ہیں مگر مسجد بنانے کے لئے تو اس فن کا جاننا ضروری ہے، ورنہ صحیح سمت قبلہ کو نہ ہوں گی جیسا کہ ہندوستان و یورپ کی بعض مسجدیں بالکل خلاف سمت قبلہ بنی ہوئی ہیں۔ مسجدوں کو جانچنے کے لئے بھی اس علم کی ضرورت ہے۔ کیا سفر حج میں کوئی شخص بغیر اس فن کی مدد کے سب نمازیں صحیح سمت پڑھ سکتا ہے؟ عام لوگوں کا خیال ہے کہ مکہ معظمہ ہندوستان سے پچھم ہے اسی طرف جہاز جا رہا ہے وہی سمت قبلہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ جو جہاز بمبئی سے جدہ جاتا ہے دکھن مڑتا ہوا پچھم کی طرف جاتا ہے، یہاں تک کہ محاذات مکہ معظمہ سے اور آگے نکل جاتا ہے تب جدہ میں آکر ٹھہرتا ہے، جہاں سمت قبلہ بالکل مشرق کی طرف ہوتا ہے اور جو جہاز بمبئی سے کراچی ہو کر جدہ جاتا ہے بمبئی اتر آتا ہے پھر دکھن کی طرف ہوتا ہوا جدہ پہنچتا ہے۔ تو بمبئی سے روانگی کے وقت سمت قبلہ پچھم ہے اور جدہ پہنچ کر پورب کی طرف۔ راستے میں نصف دور قطع کرنا پڑتا ہے۔ غیر ہیئت داں کیا بتا سکتا ہے کہ کس دن کتنا انحراف کرنا ہوگا، اور کہاں پر کس جانب مڑنا ہوگا کیا صرف قطب نما رکھ لینا کافی ہوگا؟ وہ تو صرف سمت بتائے گا مگر آج کس قدر انحراف کی ضرورت ہے، کل کس قدر بغیر ہیئت و توقیت جانے معلوم نہیں ہوسکتا۔

کیا کوئی شخص بغیر اس علم کے صحیح منتہائے سحری، ضحوۂ کبریٰ، غروب آفتاب، جن تین وقتوں کی روزے میں حاجت ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کوئی شخص بغیر علم ہیئت جانے ہوئے صبح صادق،

طلوع شمس، نصف النہار، ایک مثل، دو مثل، غروب شمس، غروب شفق جن کی ضرورت نمازوں میں ہوتی ہے بتا سکتا ہے؟

کیا کسی شخص سے یہ سوال ہو کہ ہندہ کا انتقال فلاں شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا اور اس کے شوہر نے دوسرے شہر میں اس کی حقیقی بہن سے طلوع آفتاب کے وقت اسی دن نکاح کیا تو یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ یا ہندہ حامد کو اس کے شوہر نے کسی شہر میں طلوع آفتاب کے وقت طلاق دی اور ہندہ دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت بکر کا حق تو عدت منقضی ہوئی یا نہیں۔

یونہی زید کا انتقال ایک شہر میں طلوع آفتاب کے وقت ہوا اور اس کے بیٹے نے دوسرے شہر میں طلوع آفتاب کے وقت انتقال کیا تو کس کا ترکہ کس کو ملے گا۔ پھر ان دونوں شہروں میں تفاوت اگر فقط طول میں ہے یا فقط عرض میں یا طول عرض دونوں میں تفاوت ہے تو اس نکاح و طلاق و عدت و ترکہ کے حکم میں کیا فرق ہوگا۔

نیز اگر یہی صورتیں غروب شمس کے وقت ہوں تو کس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر نصف النہار کے وقت ہوں تو اس کا کیا حکم ہوگا۔ پھر اگر زائد العرض بلد میں نکاح و طلاق و رباپ کی موت واقع ہو تو کیا حکم ہوگا، اور ناقص العرض شہر میں ہونے سے کیا فرق پڑے گا۔

نیز اگر یہی سب صورتیں دو شہروں میں مثلاً چھ بجے واقع ہوئیں تو اگر دو شہروں کا وقت کمپاس ٹائم سے ہے تو کیا حکم ہوگا، لوکل ٹائم سے ہو تو کیا فرق ہوگا اور ریلوے ٹائم ہونے کی صورت میں مسئلہ کا کیا جواب ہوگا۔ اور اگر ان دو شہروں میں اوقات مختلف رائج ہیں، ایک میں لوکل ٹائم دوسرے میں ریلوے یا کمپاس ٹائم تو مسئلہ پر اس کا کیا اثر پڑے گا۔ پھر اگر تعدیل ایام زائد متزاید یا زائد متناقص ہے تو کیا حکم ہوگا، اور اگر ناقص متزاید یا ناقص متناقص ہے تو کیا جواب ہوگا۔

کیا کوئی شخص ان مسائل اور اسی قسم کے دیگر مسائل کا جواب جن کا تعلق وقت سے ہے بغیر ہیئت و توقیت جانے صحیح و تشفی بخش جواب دے سکتا ہے، ہرگز نہیں۔"

ملک العلماء اس کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں

"اعلیٰ حضرت قبلہ نے علم توقیت کے قواعد کتابی شکل میں مدون نہیں فرمائے، بلکہ میری تعلیم کے زمانے میں قواعد زبانی فرمایا کرتے تھے جس کو میں اردو زبان میں لکھ لیتا اور میرے دوست و ہم سبق حکیم سید عزیز غوث صاحب بریلوی (مولانا حکیم سید عزیز غوث صاحب، والد رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں اور رفیقوں میں تھے، اور اعلیٰحضرت کے ان تلامذہ میں جنہوں نے ان سے فن ہیئت و توقیت سیکھی۔ جب والد صاحب، اعلیٰحضرت کی تصنیف و مسودات کی تفتیش کے سلسلے میں بریلی میں مقیم تھے، میں علی گڑھ سے انکی خدمت میں حاضر ہوا تھا ایک بار جب وہ حکیم صاحب سے ملنے گئے تو میں ساتھ تھا، مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑے شفقت سے پیش آئے عمر اس وقت کوئی ساٹھ سال ہوگی۔) کاپی میں لکھ لیا کرتے اور شرکائے درس میں کوئی ان سے کوئی مجھ سے سیکھا کرتا۔ بہر کیف ایک زمانے تک وہ سب ردی پرزے کی شکل میں رہے اس کے بعد میں نے بعض احباب کی فرمائش سے ان سب کو کتابی شکل میں جمع کر دیا، اور اس کو آسان سے آسان تر کرنے کے لئے مثالوں کے علاوہ تشریح مقامات متعلقہ کے عنوانات سے ہر قاعدے کو واضح کر دیا کہ اس کتاب کو پیش نظر رکھ کر ہر شخص اس فن کو بآسانی گھر بیٹھے سیکھ سکتا ہے۔ کہیں شبہ ہو تو بذریعہ خط دریافت کر لینا کافی ہے۔" مکتوب مورخہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ مطابق

یکم نومبر ۱۹۳۹ء (مکاتیب ملک العلماء قلمی)۔

یہ کتاب جس کا ترجمہ انہوں نے اپنے مخلص دوست استاذ العلماء مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (متوفی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے نام کیا ہے، حاجی محمد ظہور نعیمی کے زیر اہتمام اہلسنت برقی پریس مرادآباد سے جنوری ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔

(۴۸) جواہر البیان ۱۳۴۳ھ (تاریخ)

سیرت سرکار اعظم رضی اللہ عنہ پر علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ) کی تصنیف الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان کا اردو ترجمہ جو حاجی محمد لعل خاں صاحب قادری برکاتی رضوی کی فرمائش پر کیا گیا تھا۔ اس کا پہلا ایڈیشن انہی کے مطبع ملت و جماعت رضا شریعت کلکتہ سے ۱۳۴۳ھ میں یا اس کے کچھ بعد نکلا۔ اصل نسخے کے آخر میں حاجی لعل خاں صاحب مرحوم کی لکھی ہوئی چند اوراق میں مترجم کتاب کی سوانح عمری بھی ہے جو کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکی۔ ملک العلماء اور حاجی صاحب کے بہت گہرے تعلقات اور دیرینہ مراسم تھے۔ اس لئے یہ مستند سوانح حیات ہے جس میں ۱۳۴۳ھ تک کے حالات درج ہیں اور ان کی تصانیف کی فہرست بھی۔ دوسرا ایڈیشن ۷۰ صفحات پر مشتمل بھی ضرور شائع ہوا جیسا کہ مسودۂ مصنف پر کسی مطبع کے کاپی نویس کے نشانوں سے ظاہر ہوتا ہے لیکن سال و مقام طباعت کے متعلق مجھے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ تیسرا ایڈیشن پاکستان سے غالباً مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ، لائل پور نے چھاپا۔ اسی طباعت کا عکسی ایڈیشن استانبول، ترکی سے حسین حلمی بن سعید استانبولی نے ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء میں شائع کیا جو علمائے احناف کی تصانیف ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر بغیر کسی قیمت کے تقسیم کرتے ہیں۔

(۴۹) گنجینۂ مناظرہ: ۱۳۴۴ھ (مناظرہ)

کلکتہ کے ایک عالم مولوی ولی اللہ صاحب نے ۱۳۴۴ھ میں حنفیوں کو مناظرے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ حاجی محمد لعل خاں صاحب مدراسی نے فاضل بہاری کو بلوا کر مولانا ظفر الدین قادری کو مناظرے کے لئے بلوایا۔ اس رسالے میں اسی کی روداد ہے جسے حاجی عبدالرحمن قادری نے کلکتہ سے اسی زمانے میں شائع کیا۔ یہ رسالہ اب نایاب ہے۔

(۵۰) موذن الاوقات ۱۳۴۵ھ (توقیت)

ہندوستان کے لئے ۱۲ درجہ عرض سے ۳۴ درجہ عرض تک ۲۳ رسالوں کو مرتب کرنے کی ضرورت تھی۔ مصنف نے دس رسالے مرتب کر دیئے تھے جن میں کلکتہ، بہار شریف، گوالیار، بریلی اور نینی تال کے رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ غیر مطبوعہ ہیں۔ کلکتہ کے لئے رسالہ حاجی محمد لعل خاں نے کلکتہ سے شائع کیا۔ بہار شریف کے لئے رسالے کے دس بارہ ایڈیشن نکلے اور موذن الاوقات برائے بریلی اور نینی تال مولوی حسنین رضا خاں قادری نے مطبع حسنی بریلی سے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا۔

(۵۱) عافیہ: ۱۳۴۵ھ (صرف)

علم صرف میں ایک مقبول و عام پسندیدہ تصنیف میزان سے شافیہ تک کے سب مسائل کو جامع۔ مطبع حسنی واقع آستانۂ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی سے ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات ۲۰

(۵۲) سرور القلب المحزون فی الصبر عن نور العیون: ۱۳۴۸ھ (اخلاق)

علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی شرح الصدور فی شرح حال الموتی فی القبور کا اردو زبان میں ترجمہ جو اواخر ۱۳۴۸ھ میں تمام ہوا۔ رجب ۱۳۴۹ھ میں

مصنف کے دوستوں مولوی نعیم الحق ساکن منیر شریف ضلع پٹنہ اور حکیم محمد ہاشم کی فرمائش پر چند ضروری مسائل بطور تتمہ کا اضافہ کیا گیا۔ تاریخ تکمیل ۲۵؍رجب المرجب ۱۳۲۶ھ میں صفحات ۹۷ بخط مصنف محفوظ، دوسرا نسخہ مع اضافہ صفحات ۱۱۲ بھی کتاب خانے میں محفوظ ہے۔

یہ رسالہ، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت کے بعد ان کے جاں نثار معتقد و مسترشد حافظ عبد الحفیظ اشرفی صاحب صدر مدرس مدرسہ ادارۂ شرعیہ پٹنہ نے ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ میں پٹنہ سے شائع کر دیا ہے، لیکن بعد تالیف و ترجمہ پر مشتمل اوراق جو ضروری تھے حذف کر دیئے گئے ہیں۔

(۵۳) جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری: ۱۳۳۵ھ (حدیث)

اس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۵۴) دلچسپ مکالمہ ۱۳۲۷ھ (نصیحت)

دینی و اخلاقی مسائل پر مشتمل بعض موضوعات مصنف کے ذہن میں تھے جن پر وہ رسائل لکھنا چاہتے تھے، ان میں ایک اہم مسئلہ عقد بیوگان کا تھا۔ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری سے معلوم ہوا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان بیوہ عورتوں کی تعداد ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے، ان میں سے بیشتر غربت و پریشانی میں زندگی گزار رہی تھیں۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں تعداد ۵۰ لاکھ سے زائد ہوگئی ہوگی، پہلے انہوں نے ۱۳۳۵ھ میں زواج بیوگی لکھی، جس کا کوئی نسخہ مجھے نہیں مل سکا، پھر بہت عام فہم زبان میں قصے کے طور پر کہ کم تعلیم یافتہ عورتیں بھی آسانی سے پڑھ سکیں، انہوں نے یہ رسالہ لکھا۔ جس کا نام تدبیر آخرت ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۲۷ھ میں برقی پریس، سبزی باغ، بانکی پور پٹنہ سے شائع ہوا (صفحات ۳۹) اور دوسرا ایڈیشن بھی اس مطبع سے سید منظر علی ندوی کے زیر اہتمام ۱۳۵۵ھ/جنوری ۱۹۳۷ء میں نظر ثانی کے بعد اشاعت پذیر ہوا۔ (صفحات ۳۲)

(۵۵) تنویر السراج فی ذکر المعراج ۱۳۵۳ھ (سیرت)

جلسہ رجبی شریف کے سلسلے میں واقعات و حقائق معراج پر ایک سلسلہ تقاریر، رسالے کی شکل میں یہ رسالہ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں شروع ہوا اور ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء کے بعد کوئی پندرہ سال جاری رہا۔ ساری تقریریں غیر مطبوعہ ہیں، بصرف جلسہ یازدہم (رجب ۱۳۶۴ھ) کی تقریر مولوی عبد المرتضیٰ سید محمد شمس الضحیٰ عظیم آبادی کے زیر اہتمام رضوی دار الکتب سرائے سلطان لاہور نے تعلیمی پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کی۔ یہی رسالہ ذکر معراج کے نام سے ادارۂ روضۃ المعارف گھوسی اعظم گڑھ نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا۔

(۵۶) نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال الثواب ۱۳۵۴ھ (فقہ)

تمنا عمادی مجیبی پھلواروی کے چار سوالوں کے جواب میں تصنیف کیا گیا تھا۔ سوالات یہ تھے: (۱) ایصال ثواب کا کوئی طریقہ قرآن پاک میں بتایا گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو وہ کیا ہے؟ (۲) آپ کے اور خلفائے راشدین کے عہد ہائے مبارک میں مردوں کے لئے ایصال ثواب کا کوئی معمول یا دستور تھا یا نہیں؟ (۳) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اہل بیت و اصحاب میں سے جو وفات پا گئے مثلاً حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت خبیب، حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار و دیگر شہدائے جنگ بدر و حنین و تبوک وغیرہا، ان کے لئے آپ خود یا آپ کے حکم مبارک سے اور صحابہ کرام یا اہل بیت نے بھی ایصال ثواب کیا یا نہیں؟ اگر کیا تو کس

طریقے سے؟ اور ایک بار کیا یا بار بار کرتے تھے۔ (۴) فقہ حنفی میں کوئی طریقہ ایصال ثواب کا لکھا ہے یا نہیں اگر لکھا ہے تو وہ کیا ہے؟ اور خود حضرت امام اعظم و صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت منقول ہے یا نہیں؟

اس استفتاء کے جواب میں مصنف علام نے ایک مستقل رسالہ تصنیف کر کے شائع کیا کہ عام مسلمان اس سے مستفید ہوں، پہلے سوال کے جواب میں کوئی تیس صفحوں میں وہ طریقے ایصال ثواب لکھے گئے جو سنی حنفی مسلمانوں میں شائع و مروج ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں ۶۲ صفحات میں حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد ہائے مبارک میں ایصال ثواب کے ۲۵ طریقے احادیث قولی و فعلی اقوال علمائے کرام سے صراحۃً یا دلالۃً ثابت کئے، نیز مزید تائید و تقویت کے لئے علماء و مشائخ کے تعامل و توارث کا تفصیل سے ذکر کیا گیا، اسی طرح تیسرے سوال کا جواب ۹ صفحوں میں اور چوتھے سوال کا جواب دس میں مفصل طور پر دے کر مستفتی کے سارے شبہات کے ازالے کی کوشش کی گئی۔ یہ کتاب پہلی بار پٹنہ سے شائع ہوئی اور دوسری بار مطبع معارف ضلع اعظم گڑھ سے اشاعت پذیر ہوئی، اب یہ بھی نایاب ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ کے ایک مکتوب بنام مولوی سید شمس الہدیٰ عظیم آبادی مدرسہ حزب الاحناف لاہور (مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۲۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ **نصرۃ الاصحاب** کا مسودہ چھپوانے کے لئے انہوں نے لاہور بھیجا تھا، ۲۳ رجون اور ۱۱ رجب ۶۳ء کے خط میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۵۷) مشرقی اور سمت قبلہ ۱۳۵۸ھ (حیات)

خاکسار تحریک کے بانی عنایت اللہ خاں مشرقی (۱۸۸۸ء۔۱۹۶۳ء) کے رسالہ مولوی کا غلط مذہب نمبر ۹ کے رد میں ایک رسالہ ۱۹۳۹ء میں مشرقی کا غلط مسلک سپرد قلم ہوا تھا۔ یہ رسالہ معارف (اعظم گڑھ) کے دو شماروں (جنوری و فروری ۱۹۴۰ء) میں مشرقی اور سمت قبلہ کے عنوان سے چھپ گیا ہے۔

(۵۸) سد الفرار للمہاجری بہار ۱۳۶۶ھ (غیر مطبوع)

یہ رسالہ ہجرت بنگال کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۹۴۶ء میں بہار کے شرپسند ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ جس بربریت، بہیمیت اور درندگی کا ثبوت دیا اس سے مسلمان پریشان ہو کر خاصی تعداد میں بنگال، سندھ جانے لگے، مصنف نے اس رسالے میں اس کا شدید رد کیا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ ہجرت نہیں فرار ہے، یہ نہ جانے والوں کے لئے مفید ہے نہ ان لوگوں کے لئے جنہیں وہ چھوڑ کر جا رہے ہیں، پھر جن صوبوں میں وہ جا رہے ہیں وہاں کی حکومتوں پر بڑا بار پڑے گا اور وہاں کے مقامی لوگوں کا بھی التفات اگر آج نہیں تو کل کم ہو جائے گا، بلکہ وہ آہستہ آہستہ ان مہاجروں سے، جب ان کے مفاد پر اثر پڑنا شروع ہوگا، بیزار ہونے لگیں گے۔ انہوں نے آخر میں تحریر کیا کہ "آپ خوف اور رعب اس سے بھاگ کر اپنے اسلاف کے کارناموں پر پانی پھیر رہے ہیں، اپنی قوم کو ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار کر رہے ہیں، مسلمانوں کو جو یہاں اقلیت میں ہیں ان کو اقلیت در اقلیت میں مبتلا کر رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی متقاضی ہے کہ آپ کے آباء و اجداد نے تو دار الکفر میں آکر اسلام کا چراغ روشن کر کے خدا کے یہاں سرخروئی حاصل کی تھی، آپ اپنے اس فعل سے دار الاسلام سے اسلام کا چراغ بجھا کر اس کو دار الکفر بنا رہے ہیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے کہ وہ مساجد جہاں آپ اور آپ کے آباء و اجداد اپنی پیشانیاں گھسا کرتے تھے ان کو ویران کر کے چھوڑ جائیں۔ کیا آپ کی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے

نہ بزرگوں کے مزارات جن پر آپ سنیں لگا کر اور چادر چڑھا کر اپنی سعادت اور قلب وایمان کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں۔ آپ بھاگ کر ان کو کفار ومشرکین کی پامالی اور تذلیل کے لئے چھوڑ جائیں کہ ان کے جوتے انہیں ناپاک کریں''

یہ رسالہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۶۶ھ کو تحریر کیا گیا اور اسی مہینے پٹنہ میں دو ہزار کی تعداد میں چھپوا کر دور دور تک تقسیم کرایا گیا۔ مطبوعہ بیتھو آرٹ پریس دریاپور پٹنہ۔ صفحات ۳۲۔

(۵۹) چودھویں صدی کے مجدد ۱۳۶۷ھ (تاریخ)

اس رسالے میں حدیث شریف **ان اللہ تعالی یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا** کی صحت کی تصریح سنن ابی داؤد، مستدرک حاکم، معرفۃ بیہقی، جامع صغیر سیوطی، مسند بزاز، معجم طبرانی، کامل ابن عدی اور حلیہ ابونعیم سے کرنے کے بعد ابوالفضل عراقی اور ابن حجر کے اقوال سے اس حدیث کی مزید توثیق کی گئی ہے۔ پھر تجدید دین کا مفہوم واضح کرنے کے بعد مجدد کے اوصاف، مجدد کے اقسام اور مجدد کی شناخت بیان کی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی ایک تحریر کے حوالے سے ابن حجر عسقلانی کے رسالہ **الفوائد الجمعۃ فی من یبعثہ اللہ لھذہ الامۃ** اور سیوطی کی اسی موضوع پر ایک تصنیف سے دسویں صدی ہجری تک کے مجددین کے اسمائے گرامی درج کئے ہیں۔ مصنف علام نے گیارہویں صدی کے مجددین میں حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متوفی ۱۰۳۴ھ)، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (متوفی ۱۰۵۲ھ)، میر عبدالواحد بلگرامی (متوفی ۱۰۱۷ھ)، بارہویں صدی کے مجددین میں سلطان دین پرور ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر (متوفی ۱۱۱۷ھ)، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی (متوفی ۱۱۴۳ھ)، قاضی محب اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۱۴ / ۱۱۷۶ھ) کو کچھ اصحاب نے بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے۔ لیکن تردد یہ ہے، کہ مجدد کی اصل صفت یہ کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے افاضہ وافادہ کا شہرہ ہو، حمایت دین ونکایت مفسدین میں موصوف ومشہور ہو۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت علمی وسط صدی میں ہوئی، نہ کسی صدی کا آخر پایا نہ کسی صدی کا آغاز، لیکن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبت کی عظمت وجلالت ظاہر ہے، اسی لئے انہوں نے لکھا ہے کہ ''کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو، لیکن مجدد جب ہوگا راس المئۃ پر ہوگا'' مصنف علام، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۵۹ـ۱۲۳۹ھ) سے بہت متاثر ہیں، لکھتے ہیں: ''البتہ مجدد مئۃ ثالث عشر، ان (شاہ ولی اللہ) کے فرزند دلبند وشاگرد رشید ومرید مستفید وخلیفہ وجانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں، اس لئے کہ مجدد کی ساری صفات ان میں پائی جاتی ہے، وہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحب علم وفضل ورشد وتقوی، مشہور دیار واطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دینی خدمت درس وتدریس وافتا وتصنیف ووعظ وتذکیر وحمایت دین ونکایت مفسدین میں صرف اوقات فرماتے رہے''۔

چودہویں صدی کے مجدد، اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی ہیں ''جنہوں نے تیرہویں صدی کے ۲۸ سال پائے اور علم وفنون، درس وتدریس، تالیف وتصنیف، وعظ وتقریر میں مشہور دیار وامصار ہوئے اور چودہویں صدی کے ۳۹ سال پائے جس میں حمایت دین ونکایت مفسدین، احقاق حق وازہاق باطل،

اعانتِ سنت و اماتتِ بدعت میں جان و مال، علم و فضل صرف کیا، اور جس طرح بنا، ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفین دین متین کا رد و ابطال کیا، اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا۔ نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی، نہ کسی طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی۔" پھر مصنف نے ذیل عنوانات امام احمد رضا کا علمی مقام، امام احمد رضا مرجع العلماء، علماء کی ہمہ گیری، حق و صداقت کا بول بالا کیا، حقیقت تبلیغ قائم کر کے مزید توضیح کی ہے۔ انہوں نے پھر ہندوستان کے ان ۱۲۷ اہم علمی شہرت رکھنے والے علمائے عرب و عجم کے اسمائے گرامی درج کیے ہیں جو فاضل بریلوی کو اس صدی کا مجدد مانتے تھے۔ آخر میں علامہ جلیل حضرت سید اسمٰعیل خلیل مکی کی تحریر کا ایک حصہ نقل فرمایا ہے:

کیف لا وقد شهد له عالم امکۃ بذلک ولو یکن بالمحل الارفع لما وقع منهم ذلک، بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقاً وصدقاً

ع

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

"اخبار دبدبہ سکندری" رامپور نے چھ قسطوں میں (۳۰/اپریل ۳۵ء تا ۱۱/اکتوبر ۳۹ء) اس مضمون کو شائع کیا تھا، پھر مولانا جلال الدین قادری رضوی کی تقدیم و تحشیہ اور پروفیسر محمد مسعود احمد کی تمہید کے ساتھ مکتبۂ رضویہ لاہور سے ۱۹۸۰ء میں رسالے کی شکل میں شائع ہوا۔

(۲۰) حیات اعلیحضرت ۱۳۶۹ھ (سیرت)

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حالات زندگی پر ان کی رحلت کے ۱۷ سال بعد تک بھی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ اس ضرورت کو محسوس کر کے والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی سوانح حیات اور ان کی علمی کارناموں پر ایک کتاب لکھنے کا ڈول ڈالا۔ بریلی اور دوسرے مقامات پر اعلیحضرت کے اعزہ، تلامذہ و معتقدین کو خطوط لکھے کہ ان کے پاس جو کچھ معلومات یا تحریرات و مکاتیب اس سلسلے میں ہوں ان سے آگاہی بخشیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف مولوی سید ایوب علی قادری بریلوی (متوفی ۱۹۷۰ء) نے جو والد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے مخلص دوستوں میں تھے اور اعلیحضرت کے مسترشد اور گہرے عقیدت مند تھے، ان کا ہاتھ بڑھایا۔ نہ صرف یہ کہ دوسروں سے بھی کچھ لکھوا کر بھیجا، بلکہ ان کے پاس جو معلومات تحریری شکل میں تھے وہ بھی پیش کر دیئے۔ یہ مفید معلومات ان اصحاب کے حوالے سے کتاب میں درج کیے گئے ہیں۔ ملک العلماء کے ایک مکتوب (مورخہ ۵/شوال ۱۳۴۳ھ/۱۳/مئی ۱۹۲۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزاری باغ (بہار) کے ایک صاحب جناب خورشید احمد، آفتاب ہدایت کے نام سے اعلیحضرت کی سوانح حیات مرتب کرنے کی فکر میں تھے۔ خورشید احمد صاحب یا ان کی کتاب کے بارے میں پھر کوئی اطلاع نہیں ملی، غالباً کتاب مرتب اور شائع نہیں ہو سکی۔ ۱۲/سال کی محنت کے بعد یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی، اس کی ابتدا ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں ہوئی اور اختتام ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۱ء میں۔ باعتبار ختم تالیف تاریخی نام "مظہر المناقب" تجویز ہوا۔ جلد اول کا مبیضہ ۲۱/شعبان المعظم ۱۳۶۹ھ کو مکمل ہوا۔ یہ جلد مولوی سید ایوب علی مرحوم کی توجہ سے مکتبۂ رضویہ کراچی سے جولائی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، باقی جلدیں ابتک اشاعت پذیر نہ ہو سکیں۔ چاروں جلدوں کا مبیضہ بخط مصنف مولانا محمود قادری صاحب (خانقاہ قادریہ اشرفیہ، مجھولی پور، ضلع مظفرپور، بہار) کوئی تیس سال ہوئے اشاعت کے

لئے مستقل رسالے گئے۔ لیکن اس کی کوئی جلد افسوس ہے اب تک وہ شائع نہ کرسکے۔ اس کی دوسری جلد خاص طور پر اہمیت رکھتی ہے۔ جس میں تصنیف اعلیٰحضرت کا تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ جلد دوم اور جلد چہارم کا بیشتر حصہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نظر سے گزرا ہے، ان کی بعض تحریرات میں ان کے حوالے ملتے ہیں۔

(۶۱) عید کا چاند ۱۳۷۰ھ (فقہ)

ایک جگہ چاند دیکھے جانے سے دوسری جگہ والوں کو روزہ رکھنے، روزہ کھولنے، عید کی نماز پڑھنے قربانی کرنے کا حکم کب ہوگا۔ ٹیلیفون، ریڈیو، پریس، خبر یہ سب خبر رسانی کے لئے ہیں نہ شہادت کے واسطے ان مسائل پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔ جس میں ہندوستان کے مختلف مقامات، مختلف خیال اور مختلف مسلک کے ۱۹۵ مشہور علمائے سابقین و معاصرین کی تحریرات فتاویٰ و تصدیقات بھی درج کئے گئے ہیں۔ ابتدا میں ایک ہندو نوجوان، ملک العلماء کے عقیدتمند و مسترشد قیس محمد خان استاذ محمڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی کی تمہید ہے، پھر ان کے چھ استفسارات مسئلہ رویت ہلال کے سلسلے میں، اس کے بعد ملک العلماء کا ۳۰ صفحات کا تفصیلی جوابات ہے جو شوال ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۲ء کو سپرد قلم کیا گیا۔ اس میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا چھ صفحوں کا نادر رسالہ ازکی الھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال نقل کر کے محفوظ کر دیا گیا۔ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی شاہ بدر الدین سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، مولانا مفتی محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی دہلوی (اس موضوع پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ انتفاع المحال فی رویۃ الھلال (دہلی ۱۳۷۰ھ) تصنیف کیا ہے۔) مولانا عبدالقادر فرنگی محلی، مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی، رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، مفتی محمد شفیع دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، عبدالخبیر عظیم آبادی صدر جماعت اہل حدیث پٹنہ، ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، عبدالماجد دریابادی، کفایت اللہ دہلوی، احمد سعید دہلوی ان سارے لوگوں کی رائے ہے کہ رویت ہلال کے بارے میں تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ آلات کی دی ہوئی خبریں شرعاً غیر معتبر ہیں۔

مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ رسالہ قیس محمد خاں صاحب کی کوششوں سے شاہ محمد صابر حسن خاں صابری فاروقی کے ذریعہ برقی پریس دہلی سے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ صفحات ۱۱۱۔

(۶۲) تنویر المصباح عند حی علی الفلاح ۱۳۷۱ھ (فقہ)

جماعت کی نماز میں امام اور مقتدی کے تکبیر کے حی علی الفلاح کہنے کے وقت اٹھنے اور اس سے قبل بیٹھے رہنے کے ندب و استحباب پر یہ رسالہ تصنیف کیا گیا۔ ۱۸۰ مشاہیر علمائے ہند کی تصدیقات بھی درج ہیں، آخر میں رسالہ مبارکہ الوظیفۃ الکریمہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی سے منتخب ادعیہ ان سطور کے ساتھ درج کی گئی ہیں۔

"فقیر حقیر محمد ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی اپنے سنی صحیح العقیدہ حنفی بھائیوں کو ان دعاؤں کے پڑھنے کی اجازت دیتا ہے کما اجازنی شیخی و مرشدی قدس سرہ بسندہ المتصل المرفوع، وھو حسبی ونعم الوکیل" مرتبہ قیس محمد خاں قادری شائع کردہ شاہ محمد صابر حسن خاں صابری فاروقی مطبع جید برقی پریس دہلی ۱۹۵۱ء۔ صفحات ۸۰

اس مضمون کی تحریر کے دوران ملک العلماء کے لکھے ہوئے کچھ اور رسائل کا پتہ چلا، افسوس ہے کہ ان کے بارے میں

مکمل معلومات حاصل نہیں ہوسکیں۔

(۶۳) ظفر الدین الطیب۔ (مناظرہ)

یہ رسالہ ظفر الدین الجید کی اشاعت کے بعد مرتب ہوا جیسا کہ مصنف کی ایک تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۶۴) صلاح الایضاح۔ (فقہ)

اس رسالے کے کچھ اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی رسالہ ایضاح کے رد میں ہے۔اس کی ابتدائی سطریں یہ ہیں

"میں اس تحریر کو گیارہ حصوں، ایک تمہید، نو فصلوں اور ایک خاتمے پر ترتیب دیتا ہوں اور چونکہ یہ رسالہ مولوی صاحب کے رسالہ ایضاح کی اصلاح ہے اس لئے اس کا نام اصلاح الایضاح رکھتا ہوں۔مولیٰ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو عام مسلمان بھائیوں کے لئے نافع اور مولوی صاحب کے اوہام کا دافع بنائے۔ویجعل ذالک خالصاً لوجهه انه علی مایشاء قدیر وصلی الله تعالی علی البشیر النذیر وآله وصحبه اجمعین"

ان مولوی صاحب کا نام کہیں مذکور نہیں ہوا صرف یہ لکھا ہے کہ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف ضلع پٹنہ کے مدرس اول ہیں۔مدرسہ عزیزیہ صوبۂ بہار کے ایک مردم خیز قصبہ بہار شریف (جہاں حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار واقع ہے میں جو اب ضلع بن گیا ہے) واقع ہے۔مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے بعد اس صوبے کی مشہور اور قدیم درسگاہ ہے اور اب بھی اسی جگہ اسی قدیم عمارت میں واقع ہے۔یہ حکومت کے مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کی نگرانی میں چل رہا ہے۔مسئلے کا تعلق کتاب النکاح سے ہے۔

(۶۵) مجموعۂ فتاویٰ۔ (فقہ)

فتاویٰ کی ایک اور جلد مل گئی ہے۔اس کی سات ابتدائی سطریں ملک العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھی ہوئی ملتی ہے۔حمد ونعت کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

"فقیر بارگاہ رضوی محمد ظفر الدین بہاری مجددی قادری برکاتی غفرله ماسمضی وماسیأتی ملتمس کہ یہ چند استفتا مع جوابات ہیں جو بزمانہ قیام بریلی شریف سائلوں کے جواب میں لکھے گئے۔عام مسلمانوں کے فائدے کے لئے کتابی شکل میں ایک جگہ جمع کئے گئے۔اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور اس سے مسلمانوں خصوصاً حنفی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔وما ذلک علی الله بعزیز وهو حسبی ونعم الوکیل"

یہ پورا مجموعہ مجھ کم سواد کا نوعمری کے زمانے کا نقل کیا ہوا ہے جب عربی وفارسی کی ابتدائی کتابیں زیر درس تھیں اور ہنوز مدرسے میں داخل نہیں ہوا تھا۔ابتدائی صفحات میں جا بجا ملک العلماء کے قلم سے اصلاحات ہیں،اور جہاں الفاظ وفقرات مجھ سے نہیں پڑھے گئے تھے اور جگہ سادہ چھوڑ دی تھی یا کچھ عبارات سہواً مجھ سے چھوٹ گئے تھے، وہاں مخدوم نے اپنے قلم سے درست کر دیئے ہیں یا اضافہ کر دیئے ہیں۔پہلا استفتا حافظ عبد الکریم اعظم گڑھ کا ہے۔جس پر تاریخ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ درج ہے۔استفسارات ۳۳ھ اور ۳۲ھ کے ہیں۔آخر میں ایک استفسار اور اس کے جواب کی نقل بھی راقم الحروف کے قلم سے ہے، جو ۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۵۹ھ کا تحریر کردہ ہے۔دوسرا غلام دستگیر خاں صدر جمعیت اہلسنت والجماعت بنگلور جنوبی ہند کے جواب میں ۱۲ ربیع الثانی ۶۹ھ مطابق ۳۱ جنوری ۵۰ء کا تحریر کردہ ہے۔یہ اعزہ میں کسی کا نقل کردہ ہے۔صرف آخری دو استفتاءات اور ان کے جوابات بعد کے ہیں ورنہ پورا مجموعہ ۳۳ھ اور ۳۲ھ کے فتووں پر مشتمل ہے۔

یہ اس زمانے کی تحریرات ہیں جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ التحصیل نہیں ہوئے تھے، درس لے رہے تھے اور اعلیٰحضرت سے فتویٰ نویسی سیکھ رہے تھے۔ اس مجموعے میں دو تین مختصر فتوے اعلیٰحضرت کے لکھے ہوئے بھی ملتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اصل مسودات جن سے پچاس ساٹھ سال پہلے میں نے یہ نقل تیار کی تھی، تلاش کے باوجود نہیں ملے۔ کتب خانہ افسوس ہے کہ ایک جگہ جمع نہیں رہ سکا۔

اعلیٰحضرت کے خلیفہ اور ملک العلماء کے قریبی دوست حاجی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ نے مختصر سوانح حیات لکھی تھی جو **الجواھر البیان فی ترجمہ خیرات الحسان** کے آخر میں چھپنے والی تھی۔ کتاب تو حاجی صاحب نے کلکتہ سے ۱۹۱۹ء میں شائع کر دی لیکن مترجم کے حالات زندگی کسی وجہ سے شائع نہیں ہو سکے۔ یہ اس نسخے کے آخر میں موجود ہے جو کلکتہ کے کاتب مطبع کے پاس رہا ہے۔ آخری صفحے پر تصانیف کی فہرست ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ تک (جب وہ مدرسہ کبیریہ سہسرام کے سربراہ تھے) ۳۵ کتابیں تصنیف و تالیف کر چکے تھے۔ ان میں حسب ذیل تین کتابوں کے نام درج ہیں، جن کا ذکر کہیں اور نہیں ملا۔

(۶۶) التحقیق المبین لکلمات التزیین: ۱۳۳۰ھ

(۶۷) اطیب الاکسیر فی علم التکسیر: ۱۳۳۰ھ یہ رسالہ نمبر (۴۰) کا ممکن ہے نقش اول ہو۔

(۶۸) زجرۃ العلماء: ۱۳۳۸ھ

(۶۹) رسالہ :

ملک العلماء کے ایک علمی و دینی رسالے کا مسودہ ان کی رحلت کے بعد بعض اعزہ کو کتب خانے میں ملا تھا۔ یہ رسالہ جامعۂ اشرفیہ مبارک پور سے شائع ہونے والے رسالۂ اشرفیہ میں شائع ہو گیا تھا۔

یہاں ملک العلماء کے مرتب کئے ہوئے ایک اور رسالے کا ذکر نہ کرنا مناسب نہ ہوگا۔

(۷۰) جامع الاقوال فی رویۃ الہلال: ۱۳۵۷ھ (فقہ)

مسئلہ رویت ہلال، اختلاف مطالع طریق موجب عدم اعتبار خطوط وتار وغیرہ میں علمائے سابق وحال کے بتیس فتویٰ کا نایاب مجموعہ۔ یہ رسالہ ایک مقدمہ، تین فصول اور ایک خاتمے پر مرتب ہے۔ فصل اول میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا غیر مطبوعہ رسالہ **طریق اثبات الہلال** ۱۳۲۰ھ جس کی نقل ملک العلماء کے پاس تھی اور جو ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے، پیش کیا گیا ہے۔ فصل دوم میں علمائے سابقین کے مطبوعہ فتاووں سے اختلاف مطالع و طریق موجب خطوط و تار کے متعلق استفسارات کے اور ان کے ارشادات درج کئے گئے ہیں اور فصل سوم میں علمائے عصر سے استفتا کے جوابات ہدیہ ناظرین کئے گئے ہیں۔ خاتمہ میں شکریہ و شکایت ہے اس میں استاذی حضرت مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۳۵۸ھ) سابق استاذ تفسیر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے رسالہ احسن المقال فی رویت الہلال (پٹنہ ۱۳۵۷ھ) کا علمی رد ہے اور آخر میں معاصرانہ چشمک اور قدیم رفاقت و بے تکلفی کی وجہ سے کچھ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا تھا۔ اس کا دلچسپ جواب ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے اور میرے بزرگ دوست مولانا سید احمد عروج قادری مرحوم (متوفی ۱۹۸۶ء) کیا ہے دوبارہ پٹنہ سے ۱۳۶۶ھ میں چھاپا تو انہوں نے انہی کے لفظوں میں "پہلی اشاعت کی وہ تمام عبارتیں، جو وقتی تھیں اور اصل موضوع سے ان کا کچھ تعلق نہ تھا، اس اشاعت میں نکال دی ہیں"۔

جامع الاقوال کا مسودہ بخط ملک العلماء کتاب خانے میں محفوظ ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر یہ رسالہ شاہ محمود حسین (عرف شاہ بودا) اور شاہ حامد حسین سجادہ نشین درگاہ شاہ ارزاں کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ مطبوعہ شمسی پریس گورہٹہ پٹنہ ۱۳۵۷ھ۔ صفحات ۱۹۱۔

مولانا محمود احمد قادری (مصنف تذکرۂ علمائے اہلسنت) نے ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور میں چار قسطوں میں ایک مضمون ملک العلماء کی خدمت حدیث پر ۱۹۷۹ء میں شائع کیا تھا۔ مجھے اس کی صرف دو قسطیں دیکھنے کو ملیں۔ اس میں انہوں نے ملک العلماء کی کل تصانیف کی تعداد ایک سو ساٹھ لکھی ہے۔ مجھے فی الحال ان کی انھی تصانیف کا علم ہو سکا جن کا ذکر اوپر گزرا۔

اب کچھ ذکر اس کتاب کا ہوتا ہے، جو ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم ہے اور جس پر عمر کا بڑا حصہ انہوں نے صرف کیا ہے۔

صحیح البہاری:

ہندوستان کے مدارس اسلامیہ میں عام طور پر صحاح ستہ، مشکوۃ المصابیح اور بلوغ المرام وغیرہ کا درس دیا جاتا ہے، درس نظامی میں بھی یہی کتب احادیث رائج ہیں۔ ان کے مؤلفین شافعی المسلک ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ تر وہی احادیث ملتی ہیں جو شافعی مسلک کی موید ہیں۔ ان میں "مختلف فیہ مسائل کے متعلق وہی روایات درج کی گئی ہیں، یا ان کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے جو ان محدثین کے مسلک کی موید تھیں۔ مختارات مذہب حنفی کی بنیاد جن اخبار و آثار پر ہے ان کا ذکر نہیں کیا گیا یا کیا گیا تو رد و انکار کے ساتھ" شرحیں اور حواشی بھی انھی کتابوں کے لکھے گئے اور کچھ اردو ترجمے بھی ہوئے تو انھی کتب حدیث کے۔ اس طرح غیر منقسم ہندوستان میں کئی صدیوں تک شافعی علماء کے تیار کردہ احادیث کے مجموعوں کی ترویج و اشاعت ہوتی رہی۔

گیارہویں صدی ہجری میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸۔۱۰۵۲ھ) شاید پہلے حنفی عالم ہیں جنہوں نے مسلک احناف کی تائید میں ایک مجموعہ احادیث **فتح المنان فی تائید مذھب النعمان** کے نام سے مرتب کیا۔ اس کے بعد علامہ سید مرتضیٰ زبیدی بلگرام (۱۱۴۵۔۱۲۰۵) نے **عقود الجواھر المنیفہ فی ادلۃ امام ابی حنیفہ** تصنیف کی۔ یہ دونوں رسالے مسلک حنفی کی تائید میں لکھے گئے۔

خالص محدثانہ انداز میں حنفی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں جو پہلا مجموعۂ احادیث مرتب ہوا وہ ظہیر احسن شوق نیموی بہاری (۱۲۷۸۔۱۳۲۲ھ) کی آثار السنن ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ میں ۱۳۱ صفحات پر قومی پریس لکھنؤ میں چھپی، افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکی، کتاب کا خاتمہ **باب فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** پر اچانک ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد کے ابواب وہ لکھنا چاہتے تھے۔ لیکن بوجوہ اس میں تاخیر ہوتی گئی، تا آں کہ مؤلف کی وفات ہو گئی۔ یہ مختصری کتاب علمائے احناف میں قدر کی نظر سے دیکھی گئی اور میری طالب علمی کے زمانے میں بہار کے مدارس میں ہمارے درس میں شامل تھی، ممکن ہے، کہیں کہیں اب بھی پڑھائی جاتی ہو۔

یہ دیکھ کر کہ یہ مختصری کتاب ہے اور اس سے احناف کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے، ملک العلماء فاضل بہار نے احادیث کا سارا ممکن الحصول مجموعہ کھنگال کر صرف وہی احادیث صحیحہ جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا، جو موید مسلک اہلسنت و احناف ہوں اور فقہ حنفی کا ماخذ و مصدر۔ انھوں نے وہ تمام روایات جمع کیں، جن پر مذہب حنفی کی

عمارت کھڑی کی گئی ہے اور حتی الامکان فقہ حنفی کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا رہا ہو، جس کی سند و استشہاد میں کوئی خبر اور اثر پیش نہیں کی گئی ہو۔

ملک العلماء نے اس کتاب کی جمع و تبویب میں عمر کا خاصا حصہ صرف کیا ہے۔ فقہی ابواب کی ترتیب پر انھوں نے اُسے چھ جلدوں میں مکمل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کا نام الجامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری (جلد اول (کتاب العقائد) کے اس نسخہ پر جو بخط مصنف محفوظ ہے، جلی قلم سے نام سنن الرضوی لکھا ہوا ہے، ممکن ہے پہلے یہی نام رکھا ہو، لیکن جب کام زیادہ پھیلا تو "سنن" پر "جامع" کو ترجیح دیکر مؤلف علیہ الرحمہ نے نام الجامع الرضوی رکھ دیا ہو۔ جلد اول کا مسودہ بخط مؤلف رحمۃ اللہ علیہ راقم کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ صفحات ۲۶۱، سطور ۲۱ فی صفحہ۔ اس میں تقریباً ۶۰۰ ابواب ہیں۔ اور احادیث کی تعداد کا تخمینہ ۳۰۰۰ کے قریب ہے۔ اس جلد کی ترتیب کی ابتداء ۲۷ رجمادی الاولی ۱۳۳۱ھ کو ہوئی۔) ترکھا ترتیب اس طرح تھی۔ جلد اول: کتاب العقائد۔ جلد دوم: کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ۔ جلد سوم: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم، جلد چہارم: کتاب النکاح تا کتاب الوقف۔ جلد پنجم: کتاب البیوع تا کتاب الغصب۔ جلد ششم: کتاب الشفعہ تا کتاب الفرائض۔ ہر جلد ایک ہزار صفحات پر مرتب کرنے کا خیال تھا۔ جلد اول یعنی کتاب العقائد میں اختلافی مسائل تھے اس لئے اسے پہلے نہ شائع کرکے دوسری اور تیسری جلد جو طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج پر مشتمل تھی شائع کرنے کا منصوبہ فاضل مؤلف نے بنایا، اس لئے کہ عام مسلمانوں کو ان مسائل کی واقفیت کی زیادہ ضرورت ہے۔

صحیح البہاری کی جلد دوم جو طہارت و صلوٰۃ کی احادیث پر مشتمل ہے، آسانی کے لئے چار حصوں میں شائع کی گئی پہلا حصہ یعنی کتاب الطہارت ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۲۲۳۲ احادیث درج ہیں۔ یہ حصہ شیخ غفور بخش کے ابو العلائی الکٹرک پریس آگرہ سے ۱۹۳۱ء میں چھپا۔ بقیہ تین حصے جو کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہیں۔ سید مظفر علی دسنوی کے برقی پریس، سبزی باغ پٹنہ سے ۱۹۳۲ء میں چھپنے شروع ہوئے اور ۱۹۳۷ء میں اختتام پذیر ہوئے۔ دوسرا حصہ ۲۸۸ صفحات پر مکمل ہوا، اس میں ۳۰۶۸ حدیثیں ہیں۔ تیسرے حصے کے صفحات ۲۱۶ ہیں اور حدیثوں کی تعداد ۲۱۳۶ ہے۔ چوتھے حصے کے صفحات کی تعداد ۲۳۹ ہے اور یہ ۱۸۲۹ احادیث پر مشتمل ہے۔ مکمل جلد کے صفحات ۹۶۰ ہیں اور احادیث کی مجموعی تعداد ۹۲۸۷ تک جا پہنچتی ہے۔ مختصر لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں صحیح البہاری کی مطبوعہ جلد تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور احادیث کی تعداد دس ہزار کے قریب ہے۔

مقدمہ جو ۳۵ صفحات پر پھیلا ہوا ہے ہر طرح قابل قدر ہے، اس میں اصول حدیث کی ضروری فوائد ۳۲ فصلوں میں لکھے گئے ہیں جن میں نہایت قیمتی علمی معلومات درج ہیں۔ جن کا جاننا حدیث شریف کے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بیحد ضروری ہے۔ مقدمہ تحریر کرتے وقت مؤلف علام کے پیش نظر اصول حدیث کی امہات کتب تھیں لیکن سب سے زیادہ استفادہ انھوں نے اعلیٰحضرت کے ان تفردات سے کیا ہے جنھیں برسوں پہلے انھوں نے بڑی تیجہ و انہماک سے جمع کرکے الافادات الرضویہ کے نام سے مرتب فرمایا تھا۔

صحیح البہاری کی اشاعت کے بعد اسے عظیم الشان علمی و دینی کارنامہ قرار دیا گیا اور ہر مدرسۂ فکر کے لوگوں نے اس کتاب کی پذیرائی کی۔ علماء نے اس پر تقریظات لکھیں، اور علمی و دینی اخبارات و رسائل میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے اور اس کتاب کو علم حدیث و فقہ حنفی کی بہت مفید خدمت بتائی۔

File H:\Finle files\... 1.jpg not found.

صحیح البہاری آج سے نصف صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔اس کے نسخے کمیاب ہی نہیں اب نایاب ہوگئے تھے دوسری اڈیشن شائع کرنے کی عرصے سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی لیکن کلّ امر مرھون باوقاتھا حادیث نبوی کی وسیع پیانے پراشاعت کی سعادت،یعنی بلغوا عنی ولوایة‘‘(بخاری)والے ارشادگرامی کی تعمیل،پاکستان کے چند عزیز کرم فرما حضرات کے لئے مقدر ہوچکی تھی،جن کی توجہ وعنایت سے یہ کتاب دوبارہ شائع ہوکر منظرعام پرآرہی ہے۔خدا انہیں جزائے خیر دے اور انھیں توانا وتندرست رکھے کہ وہ بدستور دینی وعلمی خدمات انجام دیتے رہیں۔

یہ چند صفحات مصنف علام ملک العلماء فاضل بہار پر(بعض حضرات کی فرمائش پر)جن میں صرف ان کی زندگی اور تصانیف پرگفتگو کی گئی ہے،ارتجالاً لکھ دیئے گئے ہیں،یہ اوراق انشاء اللہ ایک مکمل سوانح عمری کے لئے،جس کی ترتیب واشاعت کی ضرورت ہے،پیش خیمہ ثابت ہوں گے۔

☆☆☆